اولاد کو بگڑنے سے کیسے بچائیں

تفضیل احمد ضیغم



اولاد کو بگڑنے سے کیسے بچائیں

ازقلم:

تفضیل احمد ضیغم



مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت

کی

نشرواشاعت

کے لیے

کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں
اشاعت ـــــــ 2007
اهتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

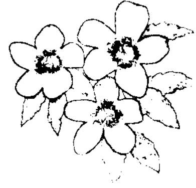


مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ⊙ غزنی سٹریٹ ⊙ اردو بازار ⊙ لاہور پاکستان
Ph:042-7230585-7351124

مکتبہ قدوسیہ
رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد
Ph:041-2640194

قدوسیہ اسلامک پریس
Out Fal Road
Ph:042-7146761

www.quddusia.com Email: qadusia@brain.net.pk



انتساب

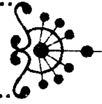
اپنی رفیقہ حیات کے نام

جو میری زندگی میں بہار بن کے آئیں۔



فہرست مضامین

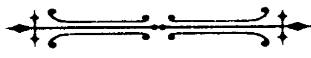


عرضِ مؤلف

فرد معاشرے کی اکائی ہے تو افراد سے مل کر معاشرہ وجود میں آتا ہے اور معاشرہ میں ہر فرد دوسرے پر کچھ حقوق رکھتا ہے جتنا زیادہ وہ دوسرے کے قریب ہوتا ہے اتنے ہی زیادہ حقوق بھی بڑھ جاتے ہیں معاشرہ ان باہمی تعلقات سے ہی مربوط ہوتا ہے سب سے زیادہ قریبی تعلق اولاد اور والدین کا ہوتا ہے اولاد اور والدین کے ایک دوسرے پر معاشرتی حقوق بھی ہیں اور شرعی حقوق بھی ہر دو کا ادا کرنا دونوں کیلئے ضروری ہے۔

بلا شبہ اسلام نے والدین کو ایک عظیم مقام و مرتبہ سے نوازا ہے جن کا حق ادا کئے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں اور والدین کا نافرمان باوجود اپنے نیک اعمال کے آخرت میں ناکام و نامراد ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے والدین سے اولاد کے حقوق ادا کرنے کا بھی شدت سے مطالبہ کیا ہے اگر والدین کا نافرمان جنت سے محروم ہوگا تو اولاد کے حقوق ادا نہ کرنے والا بھی قیامت کے دن عدالت الٰہی میں مجرم کی طرح کھڑا ہوگا وہ بھی اس کوتاہی کا جواب دیئے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ لیکن افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ بعض والدین تو اولاد کو بالکل آوارہ اور مہمل چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جلد ہی صحبتِ بد کا شکار ہو کر معاشرے کیلئے ناسور بن جاتے ہیں اور بعض ان کی تربیت اس نہج پہ کرتے ہیں جو غیر اسلامی ہوتی ہے اپنی دانست میں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اولاد کا حق ادا کر دیا حالانکہ وہ ان حقوق سے ناواقف ہونے کی وجہ سے جو اسلام نے ان پر عائد کئے ہیں۔ بچوں کی غلط تربیت سے ان میں اسلامی فکر اور مسلم اقدار کو مضمحل کر دیتے ہیں چنانچہ صحیح اسلامی روح بیدار نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ بچہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو غیر اقوام کے مقابلہ میں ہیچ سمجھنے لگتا




ہے اور یوں وہ آہستہ آہستہ مغرب پرستی اور الحاد کی طرف بڑھ جاتا ہے اس سلسلہ میں ضرورت تھی ایک ایسے مختصر سے کتابچہ کی جس میں اختصار سے اولاد کے حقوق بیان کر دیے جائیں اور وہ اتنا جامع اور مختصر ہو کہ آدمی پہلی نشست میں ہی اسے پڑھ ڈالے میں نے اپنے ناقص علم کے مطابق چند اوراق میں ان حقوق کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ جو والدین پر عائد ہوتے ہیں یہ کتابچہ نو ابواب پر مشتمل ہے اس کی تیاری میں خالص شرعی نصوص کو سامنے رکھا ہے اور بقدر ضرورت تربیت اولاد میں جا بجا سابقہ علماء کے پر حکمت اقوال بھی نقل کئے ہیں اس لئے کہ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں ملے وہ اسے اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے جب اس کتابچہ کو ترتیب دیا گیا تو اس کی ضخامت موجودہ حالت سے زیادہ تھی چنانچہ میں نے اسے ہر ہاتھ تک پہنچانے کیلئے مختصر کر دیا، بعض ابواب کو نکال دیا اور بعض میں مناسب کانٹ چھانٹ کر دی۔ اللہ رحیم وکریم اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے میری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور اسے میری نجات کا ذریعہ بنا دے اس لئے کہ

بندہ ہماں بہ کہ زتقصیر خویش
عذر بہ درگاہ خدا آورد

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

تفضیل احمد ضیغم

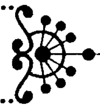
(۱۸ اگست ۲۰۰۱ء)

اس کتابچہ کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں مناسب کانٹ چھانٹ اور ترتیب وتہذیب سے بعض جگہ اضافہ جات ہوئے ہیں۔ روایات کی تخریج کر دی گئی تاکہ کتاب اور باب کے حوالہ سے حدیث کو اپنے اصل مصدر سے ڈھونڈنا آسان ہو جائے نیز اگر کوئی ضعیف روایت موجود پائی تو اسے حذف کر کے صحیح روایات کا التزام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان مختصر اوراق کو تربیت اولاد میں مشعل راہ بنا دے۔

(مولف: ۹ جنوری ۲۰۰۵)



شیر خوارگی اور بچپن



بچے کی پیدائش سے قبل والدین کو اللہ رحیم وکریم سے نیک اولاد کی دعا مانگنی چاہیے اور دل میں اولاد کو کسی بھی ایسے شعبہ سے منسلک کرنے کا خیال نہ ہو جس میں اللہ رب العزت کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو بلکہ نیت ہو اللہ ایسی اولاد دے جو نیک اور پرہیز گار ہو اس سلسلہ میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اس حدیث کو سامنے رکھنا چاہیے:

((اَنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاَنَّمَا لامْرِیءٍ مَا نَوٰی))[1]

''اعمال کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے اور ہر شخص کیلئے صرف وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی''

اور نیک اولاد مانگنے کا درس ہمیں قرآن حکیم سے بھی ملتا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا مانگی:

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ (الصافات: ۱۰۰)

''اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا فرما''

جب اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو اولاد سے نواز دیتا ہے تو بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی والدین کی کچھ ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں جن کو ادا کرنا والدین کیلئے ضروری ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں والدین پر اس شیر خوار بچے کے کچھ حقوق ہیں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں۔ ذیل میں ہم مختصر طور پر ان کا ذکر کرتے ہیں۔

تحنیک یعنی گھٹی دینا

تحنیک کا مطلب ہے کسی نیک مرد یا عورت سے کوئی میٹھی چیز مثلاً کھجور وغیرہ چبا کر تالو میں لگا دینا اور بچے کیلئے خیر وبرکت کی دعا کروانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے مجھے کہا کہ

[1]

اسے اٹھاؤ اور نبی ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور اسکے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیج دیں۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے بچے کو اٹھایا اور فرمایا:

((اَمَعَهُ شَیءٌ ؟ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِیُّ عَلَیهِ السَّلاَمُ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِیهِ فَجَعَلَهَا فِی فِیِّ الصَّبِیِّ ثُمَّ حَنَّکَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَاللّٰه)) [1]

''کیا اس (بچے) کیساتھ کوئی چیز بھی ہے عرض کیا جی ہاں! کچھ کھجوریں ہیں آپ ﷺ نے کھجوروں کو چبایا پھر اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں

((یُوْتی بِا لصِّبْیَانِ فَیُبَرِّکُ عَلَیهِمْ وَیُحَنِّکُهُمْ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا آپ ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا کرتے اور ان کے تالو میں کھجور چبا کر لگا دیتے۔''

معلوم ہوا کہ پیدائش کے بعد بچے کو گھٹی دینا سنت ہے کھجور دستیاب ہو تو بہت خوب ورنہ جو بھی میٹھی چیز دستیاب ہو اس سے گھٹی دی جا سکتی ہے اور چیز کو اس قدر چبایا جائے کو نومولود اسے نگل سکے نیز گھٹی دینے والا نیک اور صاحب تقویٰ آدمی ہونا چاہیے اگر وہ وہاں موجود نہ ہو تو بچے کو اس کے پاس لے جایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مذکورہ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جایا گیا۔

عقیقہ کرنا

ولادت کے ساتویں روز بچے کی جانب سے عقیقہ کرنا چاہیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکے کی جانب سے دو بکریاں یا اس کے مشابہ جانور (بھیڑ، دنبہ، چھترا وغیرہ) اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری یا اس کے مشابہ جانور ذبح کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سیدہ ام

---

[1] صحیح مسلم کتاب الادب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته

[2] صحیح مسلم کتاب الادب باب مذکورہ

کرز رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُکَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ)) [1]

وہ لڑکے کی جانب سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کریں۔ اور عقیقہ کیلئے جانور ذبح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَاِلَيْكَ هٰذِهِ عَقِيقَةُ فُلَانٍ)) [2]

''اے اللہ یہ تیرا مال ہے اور تیری خدمت میں حاضر ہے یہ فلاں بچے کا عقیقہ ہے۔''

عقیقہ اگر کسی وجہ سے ساتویں روز نہ کیا جا سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز بھی کرنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ وِلَاَرْبَعَ عَشَرَةَ وَلَاَحَدٍ وَّعِشْرِيْنَ)) [3]

''عقیقہ ساتویں دن کیا جائے یا چودھویں دن یا پھر اکیسویں دن۔''

اس کی تائید میں سعودی مجلس افتاء کا فتویٰ بھی موجود ہے چنانچہ فتاویٰ اسلامیہ (۳۲۵/۲) میں ہے: ''ہاں ساتویں روز کے بعد بھی عقیقہ کفایت کر جاتا ہے لیکن پیدائش کے ساتویں روز سے اسے موخر کرنا خلاف سنت ہے۔''

معلوم ہوا کہ عقیقہ ساتویں روز ہی کرنا چاہئے' ہاں کسی وجہ سے رہ جائے تو ان دنوں میں بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ بچہ ابھی تک گروی ہے اور اسے گروی سے چھڑانے کیلئے عقیقہ کرنا ہی پڑے گا۔

یاد رہے کہ عقیقہ سنت موکدہ ہے احادیث میں اس کی بڑی تاکید بیان ہوئی ہے لیکن یہ واجب نہیں ہے۔ صاحب استطاعت کو ضرور اس حق کو ادا کرنا چاہیے۔ یہ

[1] صحیح سنن نسائی از البانی کتاب العقیقہ باب العقیقة عن الجاریة

[2] صحیح السنن الکبری للبیهقی کتاب الضحایا باب ما جا فی وقت العقیقة مسند ابی یعلی الموصلی ۸/ ۱۸۰۱۷ ح ۴۵۲۱

[3] صحیح۔ صحیح الجامع الصغیر ۴۰۱۱

والدین پر بچے کا حق ہے بلا عذر اسے چھوڑنا نہیں چاہیے۔ تاہم بعض احادیث میں اس بارے اختیار بھی دیا گیا ہے جیسے:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْ وَلَدِهِ فَلْيَنْسُكْ عَنْهُ ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافَأَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ))[1]

''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو پھر اس کا عقیقہ دینا پسند کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔''

اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے ذیل کی آیات بھی واضح ہیں:

(۱) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (بقرہ: ۲۸۶)

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتے۔''

(۲) ((فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ))[2]

''اللہ سے ڈرتے رہو جہاں تک تم میں طاقت ہو۔''

اور شیخ عثیمین مفتی اعظم سعودیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اگر انسان اپنی اولاد کی پیدائش کے وقت فقیر ہو تو اس پر عقیقہ لازم نہیں اسلئے کہ وہ لاچار ہے اور لاچاری میں عبادات ساقط ہو جاتی ہیں۔''[3]

ایسے ہی ساتویں روز بچے کا سر بھی مونڈنا چاہیے۔

اچھا اور اسلامی نام رکھنا

سات دن کے اندر اندر بچے کا نام تجویز کر لینا چاہیے۔ ولادت کے روز بھی نام رکھا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند ابراہیم کا نام ولادت کے روز ہی رکھا تھا۔ ہاں اگر ولادت کے روز نہ ہو سکے تو سات دن کے اندر اندر بچے کا نام رکھ دینا چاہیے۔

---

[1] حسن صحیح، سنن نسائی البانی، اروا الغلیل ۴/ ۳۶۲

[2] التغابن ۱۶

[3] فتاوی الاسلامیہ ۲/ ۳۲۶

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَمَرَ بِتَسْمِیَۃِ الْمَوْلُوْدِ یَوْمَ سَابِعِہٖ وَوَضْعِ الْاَذٰی عَنْہُ وَالْعَقِّ))[1]

"رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ساتویں روز بچے کا نام رکھ دیا جائے اور اس کے بال اتروا دیئے جائیں اور اس کا عقیقہ کر دیا جائے۔"

والدین پر اولاد کا حق ہے کہ والدین اپنے بچوں کا شرعی تقاضوں کے مطابق اچھا نام رکھیں اس ضمن میں درج ذیل باتوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَبُّ اَسَمَاءِ کُمْ اَلَی اللّٰہِ عَبْدُاللّٰہِ وَعَبْدُالرِّحْمٰنِ))[2]

" اللہ کے ہاں تمہارے سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں"

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اہل علم نے لکھا ہے جس طرح اللہ اور رحمٰن کے شروع میں عبد کا لفظ استعمال ہوا ہے اسی طرح اللہ جل جلالہ کے جتنے اسمائے حسنی ہیں ان کے شروع میں عبد کا لفظ لگا کر نام رکھا جا سکتا ہے۔ جیسے عبدالباری' عبدالحکیم' عبدالعزیز وغیرہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناموں کے بعد انبیاء کرام کے ناموں پر بھی نام رکھے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا جو ماریہ قبطیہ ؓ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔[3]

انبیاء کرام میں انبیاء ورسل کے امام حضرت محمد ﷺ ہیں جن کے صفاتی نام احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں ان ناموں پر بھی نام رکھے جا سکتے ہیں۔ جیسے مصطفیٰ'

---

[1] سنن ترمذی کتاب الادب' باب ما جاء فی تعجیل اسم المولود

[2] صحیح مسلم' کتاب الادب باب ما لیست حب من الاسماء

[3] مسلم ۲ / ۲۵۴ کتاب الفضائل باب رحمة النبی الصبیان والعیال

مرتضیٰ، مزمل، مدثر، جواد، امین اور محمود وغیرہ۔

شہداء اور مسلمان جرنیلوں کے ناموں پر بھی نام رکھے جا سکتے ہیں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''تحفۃ المودود باحکام المولود'' میں ایک دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دس لڑکے عنایت فرمائے تو انہوں نے سب کے نام نبیوں کے ناموں پر رکھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دس لڑکے عنایت فرمائے تو انہوں نے سب کے نام شہداء کے ناموں پر رکھے۔ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے اپنے تمام بچوں کے نام انبیاء کرام کے ناموں پر رکھے ہیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری خواہش تو یہ ہے کہ میرے بچے اللہ کی راہ میں شہید ہو کر شہداء کا درجہ پائیں لیکن تمہاری یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ تمہاری اولاد میں سے کوئی نبی بنے۔ (اسلئے کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ''فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا فعل حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے فعل سے افضل تھا۔''[1]

ایسے نام بچوں کے نہیں رکھنے چاہئیں جن کا معنی اچھا نہ ہو اس لئے کہ شخصیت کا اپنے نام کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اچھے ناموں کے اچھے اثرات ہوتے ہیں اور برے ناموں کے برے اثرات۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا ''حزن'' (سخت زمین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سہل (آسان، نرم) ہے انہوں نے کہا جو نام میرے والد نے رکھ دیا ہے۔ میں اسے نہیں بدلوں گا۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ (اس نام کے سبب) پھر ہمارے خاندان پر مسلسل سختی چھائی رہی۔[2]

آج کل بعض والدین ان احکام سے ناواقفیت کی بنا پر اپنے بچوں کے ایسے نام

---

[1] فتح الباری ۱۰/ ۵۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب الادب، باب اسم الحزن

رکھ لیتے ہیں جو شرکیہ ہوں جیسے عبدالنبی (نبی کا بندہ) یا عطاء الرسول (رسول کا عطا کردہ) بعض لوگوں کے ہاں جب ایک عرصہ تک اولاد نہیں ہوتی تو وہ کسی مزار پر جا کر منت ونذر مانتے ہیں۔ جب اللہ اپنی عطاء اور مرضی سے انہیں اولاد کی خوشیاں دیتا ہے تو وہ اسے صاحب قبر کا عطیہ سمجھ کر شرکیہ نام رکھ دیتے ہیں جیسے غوث بخش اور بعض اہل بیت کی محبت میں ایسے نام رکھ دیتے ہیں۔ جن کا مطلب صحیح نہیں ہوتا جیسے کلب عباس (عباس کا کتا) کلب علی (علی کا کتا) اور بعض ہیں کہ اپنے بچوں کیلئے فلمی ستاروں یا مشہور کھلاڑیوں کے نام نامزد کرتے ہیں اور بعض ہیں کہ ستاروں' سیاروں اور قیمتی پتھروں کے نام پر نام رکھ لیتے ہیں جیسے نیلم' صنوبر' زمرد' ہیرا' چاندی وغیرہ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ اگر کسی خاص دن پیدا ہو تو اس دن کی مناسبت سے نام رکھ دیا جیسے عید کے روز پیدا ہونے والے کا نام عیدی رکھ دیا شب برات کو پیدا ہونے والے کا نام شبراتی رکھ دیا۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ ایسے تمام ناموں سے پرہیز کریں۔

بسا اوقات والدین لاڈ پیار سے اپنے بچوں کے ایسے نام رکھ دیتے ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا جیسے لاڈو' ٹیری' ٹیٹا' بھولا' ٹونی' پپو یا پھر اچھے بھلے نام کو بگاڑ دیتے ہیں جیسے محمود کو مودا' اقبال کو بالا پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ اللہ رب العزت کے اسماء حسنیٰ کو بگاڑ دیا جاتا ہے جیسے عبداللہ سے دُلّا' عبدالرحمٰن سے مہانا اور عبدالرشید سے چھیدا ایسے والدین کے بچے پھر عمر بھر ایسے ناموں سے چھٹکارا نہیں پاتے اور بسا اوقات تو انہیں بھری مجلس میں شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور کبھی جھگڑوں تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے اور ساری خرابیوں کے ذمہ دار وہ والدین ہیں جنہوں نے لاڈ پیار سے اپنے بچوں کے ایسے نام رکھ دیئے یا ان کے نام بگاڑ دیئے۔

ختنہ کروانا

ختنہ کروانا اسلامی شعار ہے یہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم کی تاکید وتلقین ہے ساتویں دن کے اندر اندر ختنہ کروادینا چاہیے۔ اس لیے کہ ایک تو بچے کو تکلیف نہیں ہوگی اس وقت اس کا جسم انتہائی نرم ہوتا ہے اور زخم بھی جلد صحیح ہو جاتا

ہے اور دوسرا یہ کہ ساتویں روز ختنہ کرنا سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ اَيَّامٍ))[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کا عقیقہ کیا اور ساتویں روز ان دونوں کا ختنہ کروایا''

اگر مجبوری کے باعث سات دن کے اندر ختنہ نہ کروا سکے تو سات سال کے اندر ختنہ کروا دینا چاہیے ورنہ والدین کو گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کے بچے کیلئے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اگر ختنہ نہیں ہوگا تو بچہ طہارت صحیح طور پر نہیں کر سکے گا جب طہارت نہیں کر سکتا تو نماز بھی نہیں ہو گی۔ اس لیے طہارت بنانے اور نماز ادا کرنے کیلئے ختنہ ضروری ہے۔

دیگر حقوق

شیر خوار بچہ جب بولنے کے قابل ہو تو اسے کلمہ سکھانا چاہیے۔ شیر خوارگی میں بچے کی تربیت کی سب سے زیادہ ذمہ داری والدہ پر عائد ہوتی ہے اور بقول ثریا بتول ''اللہ نے عورت کو بچہ دے کر گویا ایک سادہ کاغذ یا صاف تختی اس کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ اس پر جو لکھنا ہے لکھ ڈالو اور پھر ماں جو کچھ اس پر روز اول سے لکھتی ہے وہ اتنا گہرا اور دیرپا ہوتا ہے کہ کوئی اسے مٹا نہیں سکتا۔ پھر دوران رضاعت دودھ کے اثر سے ماں کی عادات واطوار اور اس کے نظریات بچے کے ذہن وجسم پر منتقل ہوتے رہتے ہیں'' اور جب مائیں جھولا جھلاتے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت سے بچوں کو لوری دینے والی ہوں تو لامحالہ بچے کو اسلام وقرآن سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب موجودہ معاشرہ میں مائیں دو طرح سے شیر خوار بچے کی تربیت میں حق تلفی کرتی ہیں۔

---

[1] بیہقی کتاب الاشربہ باب ما ورد فی الختان

❶ وہ مائیں جو جدید تعلیم یافتہ ہیں اور ازراہ تکلف ملازمت کرتی ہیں۔ وہ معیار زندگی کو بلند کرنے کیلئے بچے کو آیا کے سپرد کر کے خود سارا دن گھر سے باہر گزارتی ہیں۔ ایسی ماؤں کی اولادیں پیار کو ترس جاتی ہیں ظاہر ہے آیا کبھی بھی ماں جیسا حقیقی پیار بچے کو نہیں دے سکتی۔ اس اعتبار سے ان کی تربیت میں نقص رہ جاتا ہے اور پھر عمر بھر کیلئے ماں اور بیٹے کے رشتہ میں ایک طرح بعد رہتا ہے۔

❷ بعض وہ مائیں ہیں جو بالکل اجڈ ہوتی ہیں انہیں بچے کی قدر و قیمت کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ وہ اسے صرف اپنا کھلونا سمجھتی ہیں۔ بچہ توتلی زبان میں گالی دے تو بہت خوش ہوتی ہیں بلکہ اس کو گالیاں دینا خود سکھاتی ہیں۔ اس طرح اس کے اخلاقی بگاڑ کا سلسلہ گھر سے ہی شروع ہو جاتا ہے جو رفتہ رفتہ پختہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

بعض مائیں اپنے آرام کی خاطر یا مصروفیت کی وجہ سے بچے کو تھوڑی سی افیون دے کر سلا دیتی ہیں ایسی مائیں بھولپن میں بچے کے ساتھ ہمدردی کی بجائے دشمنی کر بیٹھتی ہیں۔ اس لئے کہ ایسے بچے نشے کے عادی ہو کر اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ میرے ایک بزرگ کو چھوٹا بچہ پکڑایا گیا تو اس نے ڈیک میں چلنے والی گانوں کی کیسٹ کے ساتھ ساتھ ہلکے ہلکے پاؤں ہلانے شروع کر دیئے یہ دیکھ کر میرے وہ بزرگ دوست بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے یہ بچہ بڑا ذہین ہے۔ اگر گانوں کی کیسٹ گونج رہی ہو تو یہ ہلکا ہلکا ماں کی گود میں بھی جھومنا شروع کر دیتا ہے۔ جب بچوں کو ابتداء میں یہ تعلیم دی جائے گی تو بڑے ہو کر وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ جب انہیں جھولے میں گانے بجانے کی تربیت دی جائے گی تو میوزک کی محبت کا بیج ان کے دل میں پھوٹ پڑے گا۔ پھر وہ سختی کے باوجود نماز وروزہ کی جانب نہیں آئیں گے۔ بچہ جو کچھ سیکھے گا گھر سے سیکھے گا گھر کا ماحول اگر برا ہے تو اولاد برائیوں کی عادی ہوگی۔ ایک عربی شاعر نے لکھا ہے

اذا کان رب البیت بالطبل ضاربا
فلا تلم الاولاد فیھا علی الرقص

''جب باپ ڈھولک بجانے والا ہو تو اولاد کا ناچنا اور گانا کوئی عیب شمار نہ ہو گا اور اولاد قابل ملامت نہ ہو گی۔''

اور والدین کو چاہیے کہ بچوں سے ہر وقت غصہ کا اظہار نہ کریں۔ وگرنہ وہ نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جائیں گے بلکہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی اولاد سے محبت و پیار کا اظہار کریں' لاڈ پیار کی باتیں کریں' جسم سے چمٹائیں' پاس بٹھائیں یہ ایسے انداز ہیں جن سے بچے کے دل میں والدین سے محبت و پیار بڑھتا ہے اور اُنس وعقیدت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں.

((قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَسَنَ بْنِ عَلِيٍّ ' وعنده الأقرع ابن حابس جالسا فقال الأقرع آن لی عشرة من الولد ما قبلت منهم احدا فنظر الیه رسول الله ﷺ فقال من لا یرحم لم یرحم))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بوسہ لیا پاس ہی اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع کہنے لگے میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ادھر نگاہ اٹھائی اور فرمایا جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر کہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا' اگر تھوڑا سا غور وفکر کیا جائے تو بہت سی باتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ بعض والدین ہیں کہ بڑھاپے میں شکایت کرتے ہیں بچے ان پر رحم نہیں کھاتے' ان کا احترام نہیں کرتے یا ان کے دلوں میں ہماری محبت نہیں ہے۔ درحقیقت وہ اپنے کیئے کی سزا پاتے ہیں جو ہمیشہ بچوں پر بدمزاج اور غضبناک رہا ہو اور بچے اس کی غیر موجودگی میں سکون محسوس

[1] صحیح بخاری' کتاب الادب باب رحمة الولد وتقبیله

کرتے ہوں۔ ایک وقت گزرنے پر وہ والدین سے چھٹکارا پانے کی سوچنے لگتے ہیں۔
اسلئے اے دانا مرد! بچپن میں بچوں پر دستِ شفقت رکھ انہیں پاس بٹھا اور ان سے پیار کرتا کہ جب تو بڑھاپے میں پہنچ کے بچوں کی طرح کمزور ہو جائے تو وہ تیرے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں اور تجھ سے پیار کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کو گود میں بٹھایا ہوا ہے جبکہ فاطمہ کو ایک ہاتھ سے اور علی کو دوسرے ہاتھ سے اپنی پسلیوں کے ساتھ لگایا ہوا تھا پھر فاطمہ اور علی کو بوسہ دیا۔ (مسند احمد ۶ / ۲۹۶)

اللہ رحیم وکریم ہمیں اولاد سے ایسی ہی محبت نصیب فرما اور ہماری اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔



بچے کی ایمانی تربیت

بچہ جب ذرا بڑا ہو اور سمجھنے بولنے لگے تو اس میں صحیح اسلامی فکر کو بیدار کرنا والدین کا فرض ہے۔ اس لئے کہ انسانی جسم بدن اور روح سے مرکب ہے۔ جس طرح جسمانی پرورش والدین کا فرض ہے اسی طرح روح کو اسلامی غذا دینا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔ قدیم فلسفی ارسطو کے استاذ افلاطون نے کہا تھا:

''تربیت کا مفہوم یہ ہے کہ جسم اور روح کو پورا خوبصورت بنا دیا جائے اور ان صورتوں کو درجہ کمال تک پہنچا دیا جائے'' تو روح کی تربیت کیلئے ضروری ہے جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی طور پر تعلیم وتعلّم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنی چاہیے تاکہ ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہو جائیں۔ عمر کے اعتبار سے اسلام نے بچے کی تدریجاً تربیت کا حکم دیا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((مُرُوْا اَبْنَاءَ کُمْ بِالصَّلَاۃِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ))[1]

''سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دو (اور اگر نہ پڑھیں تو) دس سال کی عمر میں انہیں مارو اور ان کے بستر بھی الگ کردو۔''

اور بچے میں خشوع وخضوع پیدا کرنے اور اس میں تقویٰ راسخ کرنے کیلئے اسے نماز میں خشوع کا عادی بنایا جائے اور قرآن کریم کو سن کر رونے اور غمگین ہونے کی عادت ڈلوائی جائے۔ اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ اولاد بھی آخرت کی کھیتی ہے اس لئے کہ پیارے حبیب ﷺ نے فرمایا:

---

[1] حسن صحیح ابوداؤد از البانی رحمہ اللہ: کتاب الصلاۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر و ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے وہ تینوں اعمال یہ ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔"[1]

اگر ماں باپ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں گے تو یہی بچے آخرت میں ان کیلئے مفید اور کار آمد ثابت ہوں' بلکہ دنیا میں بھی ان کے حقوق ادا کریں گے۔ اگر بچوں کی تربیت صحیح اسلامی نہج پر نہ ہوئی تو وہ آخرت میں بھی والدین کو مورد الزام ٹھہرائیں گے اور دنیا میں بھی ان کا سہارا بننے کی بجائے بڑھاپے کی رسوائی بن جائیں گے۔ بچوں کی ایمانی تربیت کیلئے والدین کو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

اسلامی ماحول فراہم کرنا

جس طرح والدین گھر بناتے وقت اس بات کا التزام کرتے ہیں کہ وہ شہر کے اندر روڈ پر ہو' کالج اور پارک نزدیک ہوں' اچھا اور صاف ستھرا ماحول ہو اسی طرح انہیں مناسب دینی ماحول بھی دیکھنا چاہیے کہ مسجد قریب ہو وہ ایسی جگہ نہ ہو جہاں سینما ہاؤس یا منی سینما ہاؤسز قریب ہوں' وہاں آوارہ لوگوں کے اڈے نہ ہوں' اخلاقی اعتبار سے ماحول گندا نہ ہو۔ اس لئے کہ بچے اپنے ماحول سے ضرور اثر قبول کرتے ہیں بچوں کی ایمانی تربیت کیلئے نیک ماحول فراہم کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے:

((ثُمَّ جَاءَ بِهَا (أُمِّ اِسْمَاعِيلَ) اِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ ثُمَّ قَفَّى اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ

[1] صحیح مسلم کتاب الوصیة باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته.

السَّلَامُ مُنْطَلِقًا ، حَتّٰى اَذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ '' رَبَّنَا اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ))[1]

'' پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل اور اس کی والدہ کو جو اسماعیل کو دودھ پلا رہی تھی لے آئے اور ان دونوں کو گھر (خانہ کعبہ) کے پاس بڑے درخت کے قریب مسجد کے بالائی حصے میں بٹھا دیا جہاں (اب) زمزم ہے اور تب مکہ میں کوئی نہیں تھا اور نہ ہی پانی تھا ان دونوں کو اس مقام پر چھوڑا اور خود ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا رخ کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ ٹیلے کے پاس پہنچے جہاں وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے انہوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کیا اور پھر ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ کے ساتھ دعا کی:

﴿ رَبَّنَا اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ (ابراھیم: ۳۷)

'' اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے اے ہمارے رب یہ اسلئے ہے تاکہ وہ نماز قائم رکھیں۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے

''ربنا لیقیموا الصلاۃ'' اس جملہ میں آنے والا حرف لام گرائمر کے اعتبار سے لام کے ہے یعنی ایسا لام ہے جو وہاں بسانے کی غرض وغایت کو بیان کرتا ہے او رمعنی یہ ہے کہ میرے یہاں اولاد کو آباد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نماز قائم کریں اگر چہ یہ جگہ دنیاوی آسائشوں اور وسائل رزق سے خالی ہے اس سرزمین میں اپنی اولاد کو صرف اس لئے آباد کیا ہے کہ وہ آپ کے عزت والے گھر کے پڑوس میں نماز قائم کرسکیں۔

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء

گویا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے دینی ماحول کا بندوبست کیا اور اللہ رب العزت نے بھی ایسی جگہ کو پسند فرمایا جو اس کے پاکیزہ گھر کے قریب تھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے نصیحت ہے جو جگہ کے انتخاب میں سکول کالج' ہسپتال اور شہری سہولتوں کا تو خیال رکھتے ہیں لیکن مسجد' مدرسہ اور دینی ماحول کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس طرح سے وہ اولاد کو دنیاوی تعلیم تو خوب دلوا دیتے ہیں مگر وہ دین کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ ایسے بچے دین وشریعت سے بیزار و بے گانہ ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ اگر معمولی ناظرہ خوانی ہو بھی جائے تو بھی اسلام کی اہمیت اور اس کی تعلیمات وہدایات اور احکام ومسائل کی معرفت سے غافل ہی رہ جائیں گے اور ان کے اندر اسلامی شعور وفکر پیدا نہیں ہوئی ایسے بچے اسلامی مزاج سے بالکل بے گانہ ہوتے ہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولاد غیر اسلامی تعلیم وتہذیب کی دلدادہ ہوتی ہے اور ماں باپ اس پر خاموش رہتے ہیں تو ایسے لوگوں سے بروز محشر سخت احتساب اور بڑا سخت مواخذہ ہوگا۔

سکول کا انتخاب

زیادہ پڑھے لکھے لوگ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح اپنے بچوں کو اپ ٹو ڈیٹ بنائیں' جدید تر سٹائل کے لباس ان کیلئے بنوائیں' لڑکیوں کو عریاں فراکیں پہنائیں' ان کے بالوں کے نئے نئے سٹائل بنائیں' ایسے والدین اپنے بچوں کو یا تو سٹینڈرڈ کے مخلوط تعلیمی اداروں میں داخل کروا دیتے ہیں یا پھر غیر مسلموں کے سکولوں اور مشنری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیج دیتے ہیں جہاں بچے عیسائی اساتذہ سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے ہیں۔ اس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ بچہ گمراہی میں پلتا بڑھتا ہے اور کفر والحاد کی جانب آہستہ آہستہ راغب ہو جاتا ہے بلکہ اس کے دل میں اسلام کی طرف سے نفرت اور دین اسلام سے بغض راسخ ہو جاتا ہے اس لئے کہ ان کی تربیت ہی ایسے ماحول میں کی گئی ہے۔ جو کفر والحاد اور بے دینی سے مرکب تھا۔ ایسے ماحول میں بچے خود نہیں گئے تھے بلکہ والدین نے خود انہیں وہاں داخل کروایا تھا۔ اداروں نے فیسیں بھی دیں اور مغربی ماحول بھی فراہم کیا اب ظاہر ہے بچوں کو اسلام

سے دور کرنے کا جرم بھی تو ان ہی پر عائد ہوگا۔

یاد رکھیے! بچپن میں بچوں کو جو تعلیم دے دی جائے اس کے اثرات بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم بچے کو خاص نظریات دیتی ہے ایک ایسا آئینہ فراہم کرتی ہے جس میں سے وہ دوسروں کو دیکھتا اور اس کے مطابق سوچتا ہے اس وقت ایک مسلمان کیلئے اس میں اسلامی فکر پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس فکر اور روح اسلامی کو دینی تعلیم بیدار کرتی ہے۔ اس لئے کہ تعلیم اپنے مذہب' تہذیب وتمدن اور روایات و نظریات کی علمبردار ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیم کو بچے کے ذہن میں رکھ دینے کا مطلب ہے پوری مسلم قوم کے نظریات اور ثقافت کو رکھ دینا' ایسے ہی مغربی تعلیم کو بچے کے ذہن میں رکھ دینے کا مطلب ہے مغربی تہذیب اور عیسائی نظریات وخیالات کو بچے کے ذہن میں رکھ دینا اور ایسی تعلیم کو پردہء ذہن پر نقش کرنے کا کام تعلیمی ادارے کرتے ہیں جیسا ادارہ ہوگا ویسا ہی ماحول ہوگا جیسے اساتذہ ہوں ویسی ہی تربیت کریں گے۔

اس لئے ایک مسلمان باپ پر اولاد کا حق ہے کہ اگر اسے اللہ نے اولاد سے نوازا ہے تو اسے اسلامی شعور دلانے کیلئے ایسے سکول یا مدرسہ کا انتخاب کرے جہاں کا ماحول دینی ہو مغربی نہ ہو وہاں کے اساتذہ باکردار مسلمان ہوں غیر مسلم نہ ہوں محض انگریزی تعلیم دلوانے کیلئے بچوں کو عیسائی تعلیم گاہوں میں داخل نہ کروائیں ضروری نہیں ہے کہ انگریزی زبان صرف عیسائی مدارس سے ہی سیکھی جائے اس کے سیکھنے کی اور بھی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں دینی روایات پامال نہیں ہوتیں۔

اسی طرح جو باپ اپنے بیٹے کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جن مادہ پرستوں کی کتابوں کا چاہے مطالعہ کرے اور عیسائیوں اور استعمار پسندوں نے اسلام پر جو اعتراضات کئے ہیں ان میں جس کا چاہے مطالعہ کرے تو ایسا بچہ ناپختہ ذہن ہونے کی وجہ سے دین وعقیدہ کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جائے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ اپنی تاریخ اور بزرگوں کا مذاق اڑانے لگے گا اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف جنگ کرے گا اس طرح والدین کی ذرا سی غفلت نے ایک تو

مسلمان گھر میں اسلام کا باغی تیار کر دیا اور دوسرا اس مسلمان بچے کو جس کی تربیت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے اس پر عائد کی تھی اسے گمراہ و بے دین کر دیا ایسے والدین کسی شک وشبہ میں نہ رہیں قیامت کے دن ان سے اس بات کا مواخذہ ہوگا۔

ابتدائی عمر میں بچوں کو اسلام دشمن کتابیں پڑھنے سے روکیں اور اس تشنگی کو اسلامی کتابیں فراہم کر کے دور کر دیں مثلاً دس سال تک کی عمر کے بچوں کو واقعات اور تجسس والی چیزیں پڑھنے کا شوق ہوتا ہے اس شوق کو پورا کرنے کیلئے وہ بازار سے جھوٹ پر مبنی خوفناک کہانیاں اور بھوت پریت کے قصے خرید کر پڑھتے ہیں جس سے ان کے ننھے ذہن پر بعض انجانی چیزوں کا خوف ہمیشہ کیلئے اثر انداز ہو جاتا ہے اور وہ بزدل ہو جاتے ہیں ان کے اس شوق کو پورا کرنے کیلئے انہیں انبیاء علیہم السلام کے واقعات پر مبنی کتابیں لا کر دیں' صحابہ کرام کی سیرت پر لکھی جانے والی کتابیں انہیں فراہم کریں' دس سے پندرہ سال کے بچوں کو مسلم جرنیلوں کے حالات اور جنگی کارناموں پر مبنی کتابیں فراہم کریں اس سے ان کے دل میں اسلام کی بے پناہ محبت اور عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کی امنگ پیدا ہوگی وہ تاریخ کی ان شخصیات کو دیکھ کر اپنا راستہ متعین کرنے کی کوشش کریں گے۔ بیس سال کی عمر میں ذہن میں کچھ پختگی آ جاتی ہے بچہ دقیق مسائل کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اس عمر میں انہیں عقائد' ایمانیات اور احکام و مسائل پر مبنی کتابیں فراہم کریں اور وقتاً فوقتاً ان سے متعلق مسائل بھی پوچھتے رہیں نصابی تعلیم کے ساتھ یہ غیر نصابی چیزیں بچے کے ایمان و عمل کو جلا بخشیں گی اور ان کے عقیدہ کو پختہ اور قوی کر دیں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ انہیں کبھی کبھار جب موقع بنے تو پند و نصائح سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم دیتے رہیں اور حقوق اللہ کی پاسداری میں نبی ﷺ کا یہ فرمان کس قدر بہترین ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ : احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ

الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلَى اَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ اَلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ ، فَاِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى اَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ)) [1]

''صاحبزادے میں تمہیں چند باتیں بتلاتا ہوں تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا تم حقوق اللہ کا خیال رکھو اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب مانگو تو صرف اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے ہی مدد طلب کرو اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے تو تمہیں صرف وہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمہیں کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔''

والدین کو چاہیے کہ احادیث کے ایسے فرامین اور دلائل و براہین جو اسلام کی حقانیت پر ذہن میں مضبوطی پیدا کرتے ہیں ان کی بچے کو تعلیم دلائیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر والدین خود پڑھے لکھے ہیں تو تب ہی ایسا اہتمام کر سکتے ہیں۔ جبکہ تمام والدین پڑھے اور دینی مسائل سے واقفیت رکھنے والے نہیں ہوتے اس کا جواب یہ ہے کہ والدین پہلے تو ایسے ادارہ کی تلاش اور معلومات حاصل کریں جہاں کا ماحول صاف ستھرا ہو اور دینی و دنیاوی دونوں قسم کی تعلیم کا انتظام ہو وہاں انہیں اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے داخل کروانا چاہیے اور رہی ساتھ ساتھ ایمانی تربیت تو اس کیلئے اپنے کسی اہل علم دوست سے اس بارے صلاح و مشورہ کرتا رہے جو دینی علوم میں دسترس رکھتا ہو۔

اور دیکھئے! خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کی تربیت میں معلّم سے کیا

---

[1] صحیح ترمذی کتاب صفة القیامة والرقائق باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض منه آخر الکتاب تخریج الالبانی رحمه الله

درخواست کی خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو معلم کے سپرد کرتے ہوئے کہا:

اے احمر! خلیفہ نے تجھے اپنی سب سے قیمتی پونجی، اپنے دل کے چین و آرام کو حوالے کیا ہے لہٰذا اپنی شفقت کا ہاتھ اس پر دراز رکھ اسے قرآن پڑھا تاریخ کے واقعات سنا اشعار یاد کرا سنت نبوی ﷺ سے آشنا کر اس میں دینی بصیرت پیدا کرتا کہ وہ اچھے کام کو پرکھ سکے اسے خاص اوقات میں ہنسنے سے منع کر، اسے تعلیم دے کہ جب بنو ہاشم اس کے پاس آئیں تو ان کا احترام کرے اس کے ساتھ کوئی بھی ایسی گھڑی نہ گزار جو اس کیلئے سودمند نہ ہو لیکن اسے رنجیدہ نہ کر کہ اس کا ذہن مر جائے اس کی غلطیوں کو نظر انداز نہ کر ورنہ وہ اس کا عادی ہو جائے گا نرمی اور محبت سے اسے راہ راست پر لا اگر وہ تیرا کہا نہ مانے تو سختی کر۔[1]

اور بچے کہانیاں سننے کے بڑے شائق ہوتے ہیں اکثر رات کو سوتے وقت ایسی فرمائش کر دیتے ہیں اس سلسلہ میں بچوں کو نبیوں کے قصے صالحین کی کہانیاں اور صحابہ کرام کے مجاہدانہ کارنامے ضرور سناتے رہیں تربیت وتہذیب کردار سازی اور دین سے محبت کیلئے اس کو انتہائی ضروری سمجھئے اور ہزار مصروفیتوں کے باوجود اس کیلئے وقت نکالئے اور ان ساری باتوں کے علاوہ ایک نہایت اہم چیز یہ ہے کہ آپ بچے کیلئے خود ایک نمونہ بن جائیں۔ بچہ والدین سے ضرور اثر قبول کرتا ہے اگر آپ بچوں کو نماز پڑھنے کا کہیں گے اور خود نماز نہیں پڑھیں گے تو بچے سمجھیں گے شاید نماز پڑھنا کوئی اتنا اہم کام نہیں ہے بچوں کو ساتھ لے کر مسجد میں جائیں خود بھی نماز پڑھیں اور انہیں صحیح طرح نماز پڑھنا سکھائیں۔ یاد رکھیے! نیک اولاد جس کی تربیت میں آپ نے وقت صرف کیا ایسے بچے دنیا میں بھی احترام کریں گے بڑھاپے میں آپ کے لیے سہارا اور عصا بنیں گے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائیں گے ورنہ مرنے کو تو اس دنیا میں نیک و بد بھی مرتے ہیں سبھی کا اثاثہ بعد میں تقسیم ہوتا ہے باں۔

---

[1] بحوالہ مقدمہ ابن خلدون

کوئی مرے تو پوچھ کہ کیا لے گیا وہ ساتھ
بالکل فضول بحث ہے وہ چھوڑ کیا گیا

اللہ رب العزت سے دعا ہے اے اللہ رحیم و کریم! ہماری اولادوں کو نیک بنا اور ہمیں ان کی صحیح ایمانی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اخلاقی تربیت کا مطلب ہے کہ بچے میں ایک کھرے اور باکردار آدمی کے تمام اوصاف پیدا کر دیے جائیں اسلام نے معاشرتی اور سماجی اعتبار سے جن افراد کا مطالبہ کیا ہے بچے کی شخصی تربیت اسی معیار اور کسوٹی پر کر دی جائے تاکہ وہ اسلام کے اخلاق حمیدہ کو لے کر زندگی کے میدان میں داخل ہو۔

اور اخلاقیات کا زیادہ تعلق حقوق العباد سے ہے کہ انسان اپنے دوستوں بھائیوں رشتہ داروں اور عام لوگوں سے کس طرح اچھا برتاؤ کرے چنانچہ والدین بچپن سے ہی بچوں کو سچائی' امانت' استقامت' ایثار' مصیبت زدہ لوگوں کی فریادرسی' بڑوں کے احترام' مہمانوں کے احترام' پڑوسیوں کے ساتھ احسان اور دوسروں کے ساتھ محبت سے پیش آنے کا عادی بنائیں ان کی زبان کو گالی گلوچ' برا بھلا کہنے' گندے کلمات منہ سے نکالنے اور ان تمام چیزوں سے دور رکھیں جو اخلاق کی خرابی اور بری تربیت پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح انہیں اعلیٰ انسانی احساسات اور بہترین شعور و جذبات کا عادی بنائیں مثلاً یتیموں کے ساتھ احسان کرنا' فقراء کے ساتھ نیک سلوک اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرنا یہ ساری چیزیں بچوں میں کس طرح پیدا کی جائیں ذیل میں ہم مختصر طور پر اس کا تذکرہ کرتے ہیں:

سچ بولنے کی تربیت:

بچے کو سچ بولنے کی تربیت دی جائے اسکی بہتر صورت یہ ہے کہ اسے سچ کی اچھائیوں اور فوائد سے آگاہی دلائیں جھوٹ کی قباحتیں اور نقصانات بیان کریں سچ بولنے والے لوگوں کے واقعات سنائیں سچ بولنا انکی نظر میں ایسا عمل بنا دیں کہ وہ سچ بولتے ہوئے فخر محسوس کریں۔

یاد رکھیے! دھوکہ' فراڈ' دوسروں کی حق تلفی اور بے انصافی جیسے تمام گندے امراض جھوٹ سے ہی جنم لیتے ہیں۔

ماں کی گود اور گھریلو ماحول بچے کیلئے پہلی عظیم درسگاہ ہوتی ہے جس کے اثرات عمر بھر قائم رہتے ہیں اسلئے بچپن میں بچوں کو جھوٹے وعدوں سے مت بہلائیے وگرنہ وہ خود بھی جھوٹ کے عادی بن جائیں گے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو سامنے رکھیں:

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میری والدہ نے مجھے پکارا اس وقت نبی ﷺ ہمارے گھر میں موجود تھے۔ میری والدہ نے کہا' بیٹا آؤ میں تمہیں کوئی چیز دیتی ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم اس کو کیا دینا چاہتی ہو انہوں نے کہا کہ میں انہیں کھجور دینا چاہتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَمَا لَوْ لَمْ تُعْطِيهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذِبَةٌ))[1]

''سن لو! اگر تم اسے کچھ بھی نہ دیتیں تو تمہارے لیے ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔''

سچ کی تربیت کیلئے بچوں کو جھوٹ سے بچنے پر کوئی چھوٹے موٹے انعامات دیتے رہیں اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بچپن کے حالات میں لکھا ہے کہ جب وہ تحصیل علم کیلئے بغداد کی جانب نکلے تو ان کی والدہ نے ان کے اخراجات کیلئے چالیس دینار ان کی قمیص کی اندرونی جانب سی دیئے۔ شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے عہد لیا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ جب ہم ہمدان کی سرزمین میں پہنچے تو ڈاکوؤں کی ایک جماعت نے ہم پر حملہ کر دیا اور قافلہ والوں کو روک لیا' تمام قافلہ والوں کے پاس جو کچھ تھا چھیننا شروع کر دیا ان میں سے ایک ڈاکو میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا تمہارے پاس کیا چیز ہے۔ میں نے کہا چالیس دینار وہ یہ سمجھا کہ میں نے اس سے مذاق کیا ہے۔ چنانچہ وہ مجھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا ان میں سے ایک دوسرے نے مجھے دیکھا تو مجھ سے پوچھا تمہارے پاس کیا

[1] حسن الصحیحۃ ۷۴۸ صحیح ابو داؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب

ہے؟ تو میرے پاس جو کچھ تھا وہ میں نے اسے بتا دیا چنانچہ وہ مجھے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے اور اس نے مجھ سے یہی بات پوچھی؟ میں نے اسے بتلا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ سردار نے کہا وہ دینار کہاں ہیں؟ میں نے کہا میری قمیص کی اندرونی جانب میری والدہ نے رخصت کرتے ہوئے سی دیے تھے اور وہ نکال کر میں نے ان کے سامنے رکھ دیے وہ حیران ہوئے اور کہنے لگے تم نے انہیں چھپانے کیلئے جھوٹ کیوں نہیں بولا تمہیں سچ بولنے پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے اپنی والدہ سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا اس لئے مجھے ڈر تھا کہ میں عہد کی خلاف ورزی نہ کر بیٹھوں یہ سن کر چوروں کے سردار پر خوف طاری ہو گیا اور وہ چیخنے لگا' اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا تم تو اپنی والدہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑنا نہیں چاہتے اور میں اللہ سے کئے ہوئے عہد میں خیانت کرنے سے بھی نہیں ڈرتا اور پھر اس قافلہ کا لوٹا ہوا سارا مال واپس کرنے کا حکم دے دیا اور کہا: میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے کہا چوری کرنے اور ڈاکہ زنی میں آپ ہمارے سردار تھے اور آج توبہ کرنے میں بھی آپ ہمارے سردار ہیں۔

ذرا غور فرمایئے! یہ والدہ کی تربیت کا ہی اثر تھا۔ نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا: تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔ عورت کو اللہ نے بہت طاقت دی ہے وہ چاہے تو معاشرے کو سنوار دے وہ چاہے تو معاشرے کو بگاڑ دے۔ عورت کی ذرا سی غفلت اور بچوں سے بے پروائی نسلِ نو کو برباد کر سکتی ہے۔ اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بچے سزا کی بجائے جزا سے زیادہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اگر بچہ جھوٹ بولے تو اسے سب کے سامنے مارنے پیٹنے اور زبردستی سچ اگلنے پر مجبور مت کریں بلکہ علیحدگی میں پیار سے سمجھائیں۔ مثلاً بیٹا! آپ کو پتہ ہے جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے' جھوٹ بولنے والے کا لوگ اعتبار نہیں کرتے' وہ سچ بولے تب بھی اسے جھوٹا ہی سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنا معیار گرا چکا ہوتا ہے اور احادیث میں جھوٹ کی جو قباحتیں بیان ہوئیں ہیں وہ بیان کریں سچائی کے فوائد اور مثالیں دے کر سمجھائیں پھر اس سے وعدہ لیں کہ آئندہ وہ

جھوٹ نہیں بولے گا اس کے بعد علیحدگی میں اللہ رب العزت سے اپنے بچے کے حق میں بھلائی کی دعا کیجیے آپ کے اس عمل سے بچے پر اتنا اثر ہوگا کہ اگر کبھی اس کی زبان سے جھوٹ نکل بھی جائے تو وہ اپنے آپ کو اخلاقی مجرم سمجھتے ہوئے ضرور شرمسار ہوگا اس لئے کہ آپ اس کا ضمیر بیدار کر چکے ہیں۔ اگر آپ بچپن میں اسے جھوٹ سے نہیں روکیں گے بلکہ ان کی جھوٹی باتوں سے خوش ہو کے ایسے الفاظ بول دیتے ہیں یہ بچہ تو بڑا ہوشیار ہے، یہ صحیح معنوں میں سیاستدان ہے ارے ذہانت تو دیکھو فلاں بات کو کیسے چھپایا ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو بچوں کو جھوٹ کا عادی بنا دیتی ہیں اور بچپن کی عادت بڑی پختہ ہوتی ہے جب جھوٹ جسم میں رچ بس جائے تو انسان دنیا و آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اس سارے جرم پر جوابدہ بروز محشر والدین ہوں گے۔

چوری کی عادت

بچپن میں بچوں کو کھانے پینے کی ذرا عادت ہوتی ہے اگر بازاری چیزوں کی چاٹ لگ جائے تو وہ جیب خرچ کے علاوہ سے بھی ان کا بندوبست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات معصومیت میں جو اچھی چیز ہاتھ لگے اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی کھلونا یا ایسی چھوٹی موٹی چیزیں اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ بچوں کو مناسب جیب خرچ دیا جائے۔ ان کی ضروریات کو بقدر گنجائش پورا کیا جائے اور حتی المقدور بازاری چیزوں سے بچایا جائے۔ اگر کوئی بچوں کی پسندیدہ چیز ہے تو اس کو گھر میں تیار کرنے کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بچے ایک تو بازار کی گندی چیزوں سے بچ جاتے ہیں اور دوسرا شوق بھی پورا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھیے! بچے اگر کسی کی کوئی معمولی سی چیز بھی اٹھا لیتے ہیں تو قطعاً اسے نظر انداز نہ کریں کہ یہ تو بہت معمولی سی چیز ہے یہ معمولی چیزیں عمر کے ساتھ ساتھ بڑی چیزیں چرانے کی عادت ڈال دیتی ہیں۔

اس ضمن میں ایک واقعہ پڑھ لیجیے جسے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اپنی کتاب ''اخلاقنا الاجتماعیہ'' میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

''ایک شرعی عدالت نے چور پر چوری کی سزا نافذ کرنے کا حکم دیا اور پھر جب سزا پر عمل درآمد کا وقت آیا تو چور نے لوگوں سے با آواز بلند کہا میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری والدہ کی زبان کاٹ دو اس لئے کہ میں نے زندگی میں جب پہلی دفعہ اپنے پڑوسی کے یہاں سے ایک انڈے کی چوری کی تھی تو میری والدہ نے نہ مجھے روکا اور نہ یہ حکم دیا کہ میں وہ انڈا پڑوسی کو واپس کر دوں بلکہ وہ تو خوشی سے کہنے لگی اللہ کا شکر ہے اب بیٹا پورا آدمی بن گیا ہے۔ اگر میری ماں کے پاس جرم پر خوش ہو کے بولنے والی زبان نہ ہوتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔

اسی طرح محترمہ ثریا بتول نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک ڈاکو کو جب پھانسی کیلئے تختہ دار پر لٹکایا جانے لگا تو اس سے آخری خواہش پوچھی گئی اس نے کہا: میری ماں کو بلایا جائے جب ماں کو بلایا گیا تو بیٹے نے ماں سے کہا اپنا کان میرے قریب کرو ماں نے سمجھا شاید کوئی بات کرنا چاہتا ہے ماں جب اس کے قریب ہوئی تو بیٹے نے کان پر زور سے کاٹا اس سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے پھندے پر تمہیں ماں کو اتنی تکلیف پہنچانے کا خیال کس طرح آیا۔ بولا آج میں جس جرم کی سزا بھگت رہا ہوں میری ماں اس میں برابر کی مجرم ہے ابتداء میں جب میں چھوٹی چھوٹی چوریاں کر کے گھر میں لاتا تھا تو یہ بہت خوش ہوتی تھی اس کی حوصلہ افزائی نے آج مجھے اس بھیانک انجام تک پہنچایا ہے۔ آخر وہ سزا میں اپنا حصہ کیوں نہ وصول کرے اسی طرح بے پرواہ اور اپنے فرائض سے غافل ماں روز قیامت بھی اپنی غفلت کی پوری پوری سزا بھگتے گی اور اولاد خود اس کے خلاف اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرے گی۔

والدین کو ابتدائی معمولی باتوں کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ایک ڈاکٹر صاحب کی چھوٹی سی بچی پڑوسی کے گھر سے گڑیا اٹھا لائی تو ڈاکٹر صاحب نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ جاؤ واپس ان کے گھر میں اور کہو میں یہ گڑیا اٹھا کے لے گئی تھی مجھے معاف کر دو اس لئے کہ اس طرح چیز اٹھانا گناہ ہے۔ کلینک پہ بیٹھے لوگ اس بات پر مسکرانے لگے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا اگر بچوں کی ہم ابتدائی تربیت

اس انداز سے نہیں کریں گے تو ہم مجرم شمار ہوں گے معاشرے کو برے اور بیمار افراد مہیا کرنے کے بھی اور اپنی اولاد کو بگاڑنے کے بھی ۔ اس لئے بچوں کو چوری کی وقتاً فوقتاً قباحتیں بیان کریں اس جرم میں سزا پانے والے لوگوں کے بھیانک انجام ان کے سامنے بیان کریں اسلام میں اس کی سزا اور دوسروں کا مال ہتھیا کے انہیں رنجیدہ کرنے کا گناہ بیان کریں یہاں تک کہ چوری بچوں کے ذہن میں ایک خوفناک معاشرتی بیماری کا روپ اختیار کر جائے اور بچوں کی اس سلسلہ میں نگرانی بھی کرتے رہیں لیکن نگرانی اس طرح کریں کہ انہیں اس بات کا احساس نہ ہو کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے ورنہ وہ خود کو محصور سمجھیں گے۔

دوسروں کے دکھ میں شامل ہونے کی تربیت:

وہ آدمی اس لائق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے جو خود پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے اگر وہ دوسروں پر خود کو ترجیح دے ہر جگہ اپنا فائدہ دیکھے تو ایسا آدمی خود غرض کہلاتا ہے جو معاشرہ کیلئے ایک بیماری سے کم نہیں اور دوسروں کے دکھ کو محسوس کرنے کی یہ صفت آدمی میں اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب اس کی بچپن میں اسلامی نہج پر تربیت کی جائے اور ہر عمر میں اسے اس معاشرتی ہمدردی کا احساس دلایا جائے ہمارے لئے سب سے بڑا نمونہ رسول اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے انہوں نے اپنی اولاد کو اس بات کی کس طرح تربیت دی ملاحظہ فرمائیے:

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا: فاطمہ چکی پیتے پیتے تمہارے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں۔ اور چولہا پھونکتے پھونکتے تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ آج حضور ﷺ کے پاس مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں جاؤ اپنے ابا جان سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔ حضرت فاطمہ لونڈی مانگنے کیلئے ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو وہاں لوگوں کا مجمع دیکھ کر کچھ نہ کہہ سکیں کیونکہ ان کے مزاج میں شرم وحیا بہت زیادہ تھی ۔ دوسرے دن حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کے گھر

خود نبی ﷺ تشریف لائے اور سیدہ سے پوچھا: فاطمہ کل تم کس غرض سے میرے پاس گئیں تھیں؟ سیدہ شرم کے مارے اب بھی کچھ عرض نہ کر سکیں۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فاطمہ کی یہ حالت ہے کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہر وقت گھر کے کاموں میں مصروف رہنے سے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔ کل میں نے ان سے کہا تھا کہ آج کل نبی ﷺ کے پاس مال غنیمت میں لونڈیاں آئی ہوئی ہیں تم جا کر اپنی تکلیف بیان کرو اور لونڈی مانگ لاؤ تا کہ تمہاری تکلیف کچھ ہلکی ہو جائے یہی درخواست لے کر کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی کو ان الفاظ میں دوسروں کے دکھ کا احساس دلایا: بیٹی بدر کے شہیدوں کے یتیم تم سے زیادہ مدد کے حقدار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فاطمہ کو لونڈی نہیں دی گئی لیکن وہ بالکل مطمئن ہو گئی اور حسب سابق خوش دلی سے اپنے کام میں مصروف رہنے لگی۔[1]

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنی اولاد کو دوسروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونے کی تربیت دی جائے کبھی کبھار بچوں کے ہاتھوں سے غریبوں کو کچھ کھانا یا پیسے وغیرہ دلوایئے تا کہ ان میں غریبوں کے ساتھ حسن سلوک اور سخاوت وخیرات کا جذبہ پیدا ہو اور کبھی کبھی یہ موقع بھی فراہم کیجیے کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں بہن بھائیوں میں خود ہی تقسیم کریں تا کہ ایک دوسرے کے حقوق کا احساس اور انصاف کی عادت پیدا ہو۔ ایسی چیزیں بچوں کو آہستہ آہستہ خود ہی شعور دلا دیتی ہیں اور ان کا اعتقاد پختہ ہوتا چلا جاتا ہے ایسے تربیت یافتہ بچے جب زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو معاشرے کو اخلاقی بلندیوں کی جانب لے چلتے ہیں۔

گھر سے تربیت:

گھر کا ماحول بچے کے اخلاقی معاملات پر بہت اثر انداز ہوتا ہے۔ والدین کو گھریلو ماحول ایسا پاکیزہ اور خوشگوار بنا دینا چاہیے کہ جو بچے کیلئے انتہائی سازگار ہو اب

[1] سیدہ فاطمہ: طالب ہاشمی

بعض بچے بازاروں میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اس کا ایک سبب تو بچوں کی بری صحبت ہے کہ جب انہیں سڑکوں اور گلیوں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو بچہ کسی بھی قسم کی سوسائٹی اختیار کرسکتاہ وہ مجرم بھی بن سکتا ہے اور فحش گو بھی بن سکتا ہے۔ یہیں سے انہیں گالیوں اور فحش گوئی کی تربیت ملتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ والدین نے گھر کا ماحول ایسا تلخ بنایا ہوا ہے کہ جس میں بچہ ماں باپ کی زبان سے گالیاں اور گندے کلمات سنتا ہے بالآخر وہ انہی کلمات سے دوسروں کو مخاطب کرنے لگتا ہے اس لئے شوہر و بیوی بچوں کے سامنے جھگڑنے اور گالم گلوچ سے قطعی پرہیز کریں کیا وہ اس بات سے غافل ہیں کہ ان کے بچے ان کی حرکات وسکنات کو نوٹ کرتے ہیں اور جب ان کے اقوال سے ان کے اعمال کو مختلف پاتے ہیں تو ان کی عمدہ اور اعلیٰ باتیں ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ ہم میں سے کتنے والدین ہیں کہ اپنے بچوں کو نیکی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں لیکن خود اس راہ سے دور رہتے ہیں اپنی اولادوں کو غلط کاموں سے روکتے ہیں لیکن خود انہی میں مبتلا ہوتے ہیں کیا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (بقرہ ۴۴)

''کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر تم کیوں عقل نہیں کرتے؟''

یاد رکھیے! بچے اگر باہر کوئی بھی غلط حرکت کرتے ہیں تو اس کا الزام والدین کے سر آئے گا۔ مولانا محمد حسین شیخوپوری حفظہ اللہ تعالیٰ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اولاد کی اخلاقی تربیت میں گھر کے ماحول کو یوں سمجھ لیجیے

''ایک بچہ باہر گلی میں کھڑا ہے اس نے صاف ستھرا لباس پہن رکھا ہے قریب سے ایک بزرگ آدمی گزرا تو بچے نے آگے بڑھ کہ کہا بابا جی السلام علیکم وہ بزرگ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا تو کسی نیک ماں کی اولاد ہے جس نے تیری ایسی

تربیت کی ہے ایسے ہی وہ بزرگ ایک ایسے بچے کے پاس سے گزرتا ہے جس نے گندا اور میلا کچیلا لباس پہن رکھا ہے خود بھی صاف ستھرا نہیں ہے۔ بابا جی پاس سے گزرے تو اس نے زمین سے مٹی کو اٹھایا اور بابا جی کے سر پر ڈال دی وہ آگے سے کہتا ہے تیری ماں نے تیری تربیت نہیں کی اس لئے تو لوگوں کے سر پر مٹی ڈالتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تیری ماں نیک نہیں ہے۔''

بچوں کی ہر بری حرکت کا الزام والدین کو دیا جائے گا اگر آپ نے گھر میں کیبل لگوا رکھی ہے وی سی آر اور فحش فلموں کے کیسٹ رکھے ہوئے ہیں تو اولاد سے نیکی کی توقع نہ کیجیے اس لئے کہ فحش گانے' گندگی اور بے حیائی سے پر ڈرامے شرافت اور عزت وآبرو کو تباہ کر دیتے ہیں' زنا اور بے حیائی پر ابھارتے ہیں' نگاہوں کو بے باک کر دیتے ہیں' ایسی چیزوں کا گھر میں ہونا گویا بے حیائی اور فحاشی کی تعلیم کیلئے ایک ٹیوٹر کا درجہ رکھتا ہے' ان چیزوں کو گھر میں سجا کر آپ اولاد کو خواہ لاکھ وعظ کرتے پھریں بے اثر ہوگا یہ تو وہی بات ہے کہ

کچھ لوگ سجا کر کانٹوں کو گلشن کی توقع رکھتے ہیں
شعلوں کو ہوائیں دے دے کر ساون کی توقع رکھتے ہیں

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھئے! ایک والد کے طور پر انہوں نے پہلے اولاد کیلئے نیک ماحول فراہم کیا انہیں بیت اللہ کے پڑوس میں آباد کیا کہ وہ نمازی بن جائیں پھر دعا کی ''وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ اَنْ نَعْبُدَ الْاَصْنَامَ'' ''الٰہی مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دور رکھ''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اور اپنی اولاد کے بت پرستی میں مبتلا ہونے کا خدشہ کس قدر شدید تھا کہ خود منصب امامت پر فائز ہونے اور اولاد کی نیکی کے باوجود اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گناہوں کے سرچشموں کے قریب لے جاتے ہیں بربادیوں اور تباہیوں کے کناروں پر لا کھڑا کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں فکر کی ضرورت نہیں ہمارا عقیدہ بہت مضبوط ہے کیا

ان نادانوں کا عقیدہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ پختہ اور مضبوط ہے؟ اخلاقی بگاڑ کی چیزیں گھر میں رکھ کر اخلاق درست کرنے کی توقع کرنا عبث ہے۔ اب اس عنوان کو لپیٹنے سے پہلے ہم اخلاق و کردار کو بگاڑنے والے چند اسباب کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں جنہیں ڈاکٹر عبداللہ علوان نے ''تربیۃ الاولاد فی الاسلام'' میں ذکر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں

(۱) جو باپ اپنے بچوں کو برے ساتھیوں اور بدکرداروں سے ملنے کی کھلی چھٹی دے دیگا کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں ان سے ملیں اور وہ ان سے باز پرس نہ کرے اور نہ کوئی نگرانی ہو تو اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ بچے ان کی صحبت سے متاثر ہوں گے اور برے اخلاق ان بچوں میں بھی پیدا ہو جائیں گے۔

(۲) جو باپ اپنے بچوں کو ایسی عشقیہ فلموں کے دیکھنے کی اجازت دے گا جو آوارگی و بے حیائی اور آزادی کی طرف لے جاتی ہیں اور ان کا ذریعہ بنتی ہیں یا مار دھاڑ پر مشتمل ایسی فلمیں جو جرم اور انحراف پر ابھارتی ہیں ایسا باپ چاہے محسوس کرے نہ کرے لیکن وہ اپنی اولاد کو ایک گہرے گڑھے میں دھکیل رہا ہے۔ جو لازمی طور پر ان بچوں کو ہلاکت اور تباہی تک پہنچا دے گا۔

(۳) جو باپ اپنی اولاد کو یہ موقع فراہم کرے گا کہ وہ ٹیلی ویژن پر شہوت بھڑکانے والے مناظر، گندے ڈرامے اور بے ہودہ عریاں اشتہارات دیکھیں تو بلا شبہ ایسی صورت میں بچے آوارگی و بے حیائی میں نشوونما پائیں گے اور آہستہ آہستہ آوارہ اور آزاد بنیں گے اور مردانگی و عظمت اور بہترین اسلامی آداب ان میں ختم ہوتے چلے جائیں گے۔

(۴) جو باپ اپنے بچوں کو فحش رسالوں کے خریدنے اور عشقیہ کہانیوں کے پڑھنے اور ننگی تصاویر جمع کرنے کی اجازت دے گا تو لازمی طور سے اولاد بے حیائی اور گندگی کے راستہ پر چلے گی اور گندی آزاد زندگی اور ناجائز جنسی تعلقات کا سبق حاصل کرے گی۔

⑤ جو باپ اپنی بیوی اور بیٹیوں کو پردہ نہ کرانے کے سلسلہ میں سستی برتے گا اور ان کی بے پردگی اور زیب وزینت پر چشم پوشی کرے گا اور ان کی دوستیوں اور آزادانہ اختلاط سے تغافل برتے گا اور انہیں یہ موقع فراہم کرے گا کہ وہ بھڑکیلا لباس پہن کر اور اپنے جسم کو عریاں کر کے باہر نکلیں تو ظاہر ہے ایسی لڑکیاں گناہ اور بے حیائی کی عادی بنیں گی اور تباہی و بربادی اور فسق و فجور کے جال میں گرفتار ہوں گی اور بسا اوقات ایسا بھی ہوگا کہ آخر وہ عزت وآبرو بھی گنوا بیٹھیں گی اور شرافت وعزت کو بٹہ لگالیں گی اور پاک دامنی کے لباس کو تار تار کر دیں گی لیکن اس وقت نہ ندامت کا فائدہ ہوگا اور نہ رونے پیٹنے سے کچھ حاصل۔

⑥ جو باپ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے سکول آنے جانے کی نگرانی نہیں کرتا تو ظاہر ہے اس عدم توجہی کی وجہ سے بچے فائدہ اٹھائیں گے کہ سکول کے نام پر خراب و بے کار اور گناہ کی جگہوں پر وقت گزاریں گے اور ہم نے کتنی ہی ایسی لڑکیوں کے بارے میں سنا ہے کہ وہ بے حیائی اور زنا کے جال میں پھنس گئیں اور ان کی شرافت اور نام کو بٹہ لگ گیا لیکن ان کے خاندان والوں کو صورتحال اس وقت معلوم ہوئی جب رسوائی ہو چکی اور جرم و گناہ کی نشانیاں کھل کر سامنے آ گئیں۔

⑦ جو باپ اپنے بچوں کی کتابوں کی الماریوں اور بستروں کی طرف توجہ نہیں کریگا اور ان کو منہمک ومستغرق دیکھنے کے باوجود ان کی نگرانی نہیں کرے گا تو بلا شبہ اگر اولاد انحراف وکجی راستہ پر چل رہی ہوگی اور ان کا محاسبہ کرنیوالا بھی کوئی نہ ہوا تو ایسی صورت میں ان کو راہ راست پر لانا اور ان کی اصلاح کرنا مشکل ہو جائے گا۔
(انتھی کلامہ)

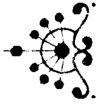
اگر آپ تدریجاً بچوں میں اعلیٰ اخلاقی اوصاف پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ایک وقت آئے گا آپ کو ان سے خیر و برکات کا پھل ملنا شروع ہو جائے گا۔ وہ خود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سنبھال لیں گے جب اولاد معاشرہ میں ایک باعزت

مقام پالے گی تو والدین کے سر پر لامحالہ عزت کی دستار سجا دی جائے گی یہ دنیا بھی مکافات عمل ہے اگر آپ نے اولاد کے اخلاقی تربیت کے حقوق پورے نہ کیے تو ایسے بچے خود بھی اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوں گے اور اپنے والدین کی عزت و آبرو کا تار پود بھی بکھیر کے رکھ دیں گے۔ اس بچپن کی اخلاقی تربیت نے بچوں کو آہستہ آہستہ اولیاء کی صف میں کھڑا کر دیا تو کہیں قوم کا ہیرو بنا دیا مثلاً حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ اپنے بیٹے بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو ہمیشہ یہ تعلیم دیتی تھی کہ بیٹا میں تجھے روٹی، گوشت دے سکتی ہوں نماز پڑھو، سجدہ کرو، دعا کرو کہ اللہ ہمیں روٹی دے تو وہ روٹی دے گا جب وہ سجدہ میں دعا مانگ کر نماز پڑھ کر سلام پھیرتے تو ان کی والدہ روٹی حاضر کر دیتیں اور ان سے کہتیں کہ دیکھا بیٹا تم نے جب اللہ سے مانگا تو اللہ نے روٹی عنایت فرما دی۔[1]

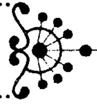
اس طرح کے اور کتنے ہی واقعات ملتے ہیں جن میں بچپن کی تربیت نے آہستہ آہستہ انہیں اخلاقیات اور اسلام کے بنیادی عقائد میں پختہ کر دیا ایسے بچے آگے چل کے معاشرہ کیلئے ایک گھنا سایہ دار درخت بن گئے ہم نے مختصراً چند ایک اخلاقی خوبیوں کا تذکرہ کیا طوالت کے ڈر سے ہم اس مضمون کو یہیں سمیٹتے ہیں لیکن سن اے ہوش مند باپ! تیری آج کی اخلاقی تربیت ان ننھے پودوں کیلئے بارانِ رحمت کا کام کرے گی پوری تندہی سے ان کی تربیت کر انہیں اخلاق و آداب سکھا۔ جب وہ گھنے سایہ دار درخت بن جائیں گے تو ان سے معاشرہ بھی پھل حاصل کرے گا اور تیری بھی جھولی بھری رہے گی ان کی تربیت سے ہاتھ نہ کھینچ کہ تو ان کو مہمل چھوڑ دے ایسے میں وہ ببول کا درخت بن جائیں گے جس کے کانٹوں سے لوگ بھی دامن بچائیں گے اور تیری پگڑی بھی ان میں الجھ جائے گی۔ تب تیرا افسوس سے ہاتھ ملنا تیرے کوئی کام نہیں آئے گا اور ہاں بروز محشر بھی یہ کانٹے جنت کے راستے میں تیرے لئے رکاوٹ بن جائیں گے۔

---

[1] ایمان و عمل صفحہ ۳۳



جسمانی تربیت



بچے کی اخلاقی سماجی اور معاشرتی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت کا خیال رکھنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے اس لئے کہ تمام اوصاف حمیدہ جسم کے ساتھ قائم ہیں اگر جسمانی تربیت میں نقص رہ جائے تو بچہ نفسیاتی مریض بھی بن سکتا ہے انہیں بچپن سے ہی کھانے پینے کے آداب سکھا دینے چاہئیں۔ ایسے ہی حفظان صحت کے اصولوں کا انہیں پابند بنا دیں اگر بچپن میں یہ عادات پیدا ہو گئیں تو تا حیات ساتھ چلیں گی کھانے پینے اور دیگر کاموں میں انہیں وقت کی پابندی کا احساس دلائیں۔ انہیں منہ اندھیرے بیدار ہونے کی عادت ڈالیں اس لئے کہ جو آدمی دن چڑھے تک سویا رہتا ہے اس کی طبیعت میں سستی اور کسلمندی چھائی رہتی ہے۔ اس کا چہرہ مرجھایا رہتا ہے اگر بچپن میں ان کی صحیح جسمانی نشوونما نہ ہو سکے تو بچہ ایک بیمار شخصیت لے کر زندگی کی راہوں میں داخل ہوتا ہے وہ ہمیشہ معاشرہ سے نالاں رہتا ہے اس لئے کہ جسمانی صحت کی کمزوری عقل کو بھی ماؤف کر دیتی ہے جیسا کہ مشہور عربی مقولہ ہے ''العقل السلیم فی الجسم السلیم'' صحت مند عقل صحت مند جسم میں ہی ہوتی ہے۔ جسمانی تربیت کیلئے والدین کو درج ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:

خوشگوار گھریلو ماحول

معاشرہ میں تین طرح کے لوگ بستے ہیں غریب' متوسط اور امیر۔ غریب لوگ اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے ان کا تن ڈھانکنے انہیں تعلیم دلانے اور انہیں بیماریوں سے بچائے رکھنے کیلئے خون پسینہ ایک کر رہے ہیں وہ دن بھر محنت ومشقت کرتے ہیں لیکن انہیں اس بات کا رنج ہوتا ہے کہ انہوں نے بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں اپنا خون خشک کر دیا پھر بھی بچے جسمانی طور پر کمزور ہیں ان کے چہرے زردی مائل ہیں

اصل بات یہ ہے کہ بچے ماں باپ سے صرف روٹی کپڑا اور دوائیاں ہی نہیں مانگتے وہ توجہ اور پیار کے بھی طلب گار ہوتے ہیں ماں باپ کے پاس نہ وقت ہوتا ہے نہ سکون کہ وہ بچوں سے مسکرا کر بات بھی کر سکیں۔ بلکہ غم روزگار سے اکتائے ہوئے ذرا ذرا سی بات پر بچوں کو ڈانٹ دیتے ہیں یا معاشرتی ناہمواریوں اور غیر یقینی کوائف کا غصہ بچوں کے منہ پر تھپڑ مار کر ٹھنڈا کر لیتے ہیں گھر کی فضا میں تناؤ رہتا ہے کوئی کسی کے ساتھ کھل کر بات نہیں کرتا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے لاشعور میں محرومیوں اور زود پشیمانی کا زہر لئے ہوئے بڑے ہوتے ہیں۔ یہی ذہنی دباؤ ان کی جسمانی صحت پر زبردست اثر انداز ہوتا ہے ظاہر ہے اندر ہی اندر گھٹنے والا جسمانی طور پر چاک و چوبند نہیں ہو سکتا متوسط طبقہ کے لوگوں کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ بچوں کے ساتھ بیٹھیں لیکن وہ اس جانب توجہ نہیں دیتے اسی طرح امیر گھرانوں کے بچے بھی ذہنی آسودگی سے محروم ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والدین انہیں قیمتی کپڑے پہنانے' نہایت اچھے برتنوں میں کھانا کھلانے اور انہیں انگریزی سکول میں داخل کروا دینے کو صحیح تعلیم و تربیت سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر اس سے نہ تعلیم کا مقصد پورا ہوتا ہے نہ تربیت کا بچہ غریب کا ہو یا امیر کا اس کی ضروریات روٹی کپڑا اور آسودہ زندگی تک محدود نہیں ہوتیں وہ توجہ اور پیار چاہتا ہے۔ جس کا اس کی گھریلو زندگی میں فقدان ہوتا ہے اس کا جذبہ پیار اندر ہی اندر گل سڑ جاتا ہے جس سے وہ یا تو گم سم سا ہو جاتا ہے یا چڑ چڑا اور سڑیل مزاج بن جاتا ہے۔ بچوں کا یہ ردعمل بخار' کھانسی یا زخم کی طرح نظر نہیں آتا یہ بچوں کا ایسا مرض ہے جو انہیں اندر ہی اندر کھاتا رہتا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بچے سے اتنا زیادہ لاڈ پیار کرو کہ ان کا مزاج خراب ہو جائے یا ان سے اتنی بیزاری اور لاپرواہی برتو کہ وہ اجنبی بن جائیں بلکہ معتدل راستہ اختیار کیجئے ہفتہ میں ایک آدھ بار ان کے ساتھ کسی قریبی پارک میں جائیں ان کے ساتھ کھیلیں مسکرائیں انہیں اپنے پاس بٹھائیں جب وہ سکول سے آئیں تو انہیں کھیلنے کیلئے مناسب وقت دیں جسمانی تربیت والی کھیلوں کا سامان خود لا کر دیں۔ کھیلنے کیلئے ماحول فراہم

کریں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں بری صحبت سے بچایئے جمعہ پڑھنے کیلئے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ اس سے ان کا ذہنی تناؤ ختم ہوگا گھٹن کا احساس جاتا رہے گا اور بچہ اپنے آپ کو چاہنے والے اور شفیق ماں باپ کے درمیان پائے گا اس کا اس کی جسمانی صحت پر بھی اچھا اثر پڑے گا اور ذہن پر بھی۔ اور یاد رکھیئے! جسمانی صحت کیلئے نماز بہت ضروری چیز ہے' نماز پڑھنے والے کی روح کو تسکین ملتی ہے وضو کرنے سے جسمانی تھکان دور ہو جاتی ہے اور انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اس لئے بچوں کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں یہ آپ کا فرض بھی ہے اور اولاد کا آپ پر حق بھی۔ بچوں کو عادت ڈالیے کہ وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں ہر کام میں نوکروں کا سہارا نہ لیں۔ اس سے بچے کاہل سست اور اپاہج ہو جاتے ہیں بچوں کو جفاکش محنتی اور سخت کوش بنایئے۔

جسمانی تربیت کی مشقیں

صحت مند اولاد ہی جواں ہو کر بوڑھے والدین کا سہارا بنتی ہے صحابہ وتابعین اور مسلم تاریخ سے ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ مسلمان والدین اپنے بچوں کو جنگی تربیت دلایا کرتے تھے انہیں تیر اندازی' گھوڑ سواری' نیزہ بازی اور تیراکی کی تربیت دلاتے جس سے ان کا جسم مضبوط وتوانا ہو جاتا انہیں مسلم جرنیلوں کے کارنامے بہادر لوگوں کی داستانیں سنائی جاتیں بلکہ بعض خاندان اپنی شجاعت وبہادری کی داستانیں سینہ در سینہ اپنی اولاد کو منتقل کرتے چلے جاتے۔ جس سے بچے جسمانی قوت کے ساتھ ساتھ بہادری اور جواں مردی کا سبق بھی سیکھ جاتے جیسا کہ ایک مرتبہ مفضل بن زید نے ایک مسلمان دیہاتی عورت کے بچے کو دیکھا تو وہ انہیں بہت اچھا معلوم ہوا انہوں نے اس عورت سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا جب یہ بچہ پانچ سال کا ہو گیا تو میں نے اسے معلم کے حوالہ کر دیا جنہوں نے اسے قرآن کریم پڑھایا اور یاد کرایا' شعر سکھائے اور پڑھائے اور اس کو قوم کے قابل فخر کارناموں کو اختیار کرنے کی رغبت دلائی اور اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے اپنے اندر پیدا کرنے کا اس سے مطالبہ کیا پھر جب وہ

بالغ ہو گیا تو میں نے اسے گھوڑے پر سوار کرایا اور اس کی مشق کرائی چنانچہ وہ ماہر شہسوار بن گیا اور ہتھیار استعمال کرنا سیکھ گیا اور جوان مردوں کی طرح قبیلہ میں چلنے پھرنے لگا اور امداد کیلئے پکارنے والے کی آواز پر اس نے اپنے کان لگا لئے۔

لیکن آج بچے جسمانی تربیت کی بجائے زنانہ پن کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دھان پان جسم کے مالک ورزش کی بجائے بیوٹی سامان سے خود کو آراستہ کرنے لگتے ہیں اور فیشن میں بالکل لڑکیوں کی چال ڈھال اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین نے بچوں کو جسمانی تربیت کی طرف مائل کیا ہی نہیں اور نہ انہیں ماڈلنگ رسائل اور فحش لٹریچر پڑھنے سے روکا انہوں نے ویڈیو گیمز اور بلیئرڈ کو جسمانی تربیت سمجھ لیا۔ چاکلیٹ، آئس کریم، کباب اور مصالحہ والی چیزوں کو مقوی اشیاء سمجھ لیا اس لئے ان کے بچے مردانگی کی بجائے زنانہ صفات تحمل کی بجائے نازک مزاج اور طاقتور ہونے کی بجائے کئی قسم کی بیماریوں کا شکار ہو گئے ایسی چیزوں میں دلچسپی لینے والے بچے اور ان عادات کو اختیار کرنے والے جلد ہی طرح طرح کے جسمانی روگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور والدین کا سہارا بننے کی بجائے والدین کیلئے وبال جان بن جاتے ہیں اس میں بہت حد تک قصور والدین کا ہوتا ہے اس لئے انہیں اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو ابتداء سے ہی جسمانی تربیت کی طرف مائل کریں سحر خیزی کی عادت ڈالیں صبح ورزش کرنے اور دوڑ لگانے کی مشق کرائیں اور اگر ہو سکے تو انہیں جسمانی تربیت کے مراکز میں بھیجیں تاکہ انہیں ورزش کا شوق پیدا ہو۔ اے عقلمند باپ! غور کر کمزور لاٹھی پر بڑھاپے میں سہارا نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی لاغر گھوڑے پر سوار ہو کر منہ زور بڑھاپے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر آج تو بچے کی جسمانی تربیت سے آنکھ بند کر لے گا تو کل تو اور وہ بڑھاپے میں ایک جیسے ہوں گے۔

جسمانی صحت کو برباد کرنے والی چیزیں

والدین کی غفلت کی وجہ سے قریب البلوغ بچے میں کئی قسم کی گندی عادات پیدا ہو جاتی ہیں جو ایک طرف اگر جسمانی صحت کو خراب کرتی ہیں تو دوسری جانب اخلاق کا

کباڑا بھی کر دیتی ہیں مثلاً

(۱) نوجوان لڑکے دیکھا دیکھی فیشن کے طور پر سگریٹ نوشی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اس کے عادی بن جاتے ہیں جب عادت پختہ ہو جائے تو پھر اس کا بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہزار جتن کے باوجود یہ عادت نہیں چھوٹتی والدین کو چاہیے کہ بچے کی نگرانی کرتے رہیں اگر کوئی ایسی صورتحال دیکھیں تو علیحدگی میں اس بیماری کے نقصانات انہیں بتائیں اور اس کے جسمانی اور مالی نقصانات واضح کریں وگرنہ اس تمباکو کا دھواں اندر اندر بچے کو کھوکھلا کر دے گا۔

(۲) بچوں کو اگر کھلی آزادی دے دی جائے کہ وہ گلی محلہ میں جس کے پاس چاہیں بیٹھیں تو وہ بری صحبت کا شکار بھی ہو سکتے ہیں اور بری سوسائٹی ان کے جسم کو گندے جراثیم کی طرح لگ جاتی ہے یہیں سے ان کے ذہن میں جرائم کے بیج پھوٹ پڑتے ہیں اور ایک دن وہ خود برے لوگوں کی صف میں شمار ہونے لگتے ہیں جس سے پورے خاندان کی عزت کو بٹہ لگ جاتا ہے۔ منشیات اور نشہ آور اشیاء کا استعمال اسی طرح بے حیائی اور فحاشی جیسی عادات بری صحبت ہی کا نتیجہ ہیں۔

(۳) قریب البلوغ بچوں میں جنسی ہیجان ہوتا ہے اگر ان کی نگرانی نہ کی جائے کہ وہ کس قسم کی کتابیں پڑھ رہے ہیں یا انہیں مشغول نہ رکھا جائے۔ تو ان میں مشت زنی اور جلق جیسی گندی عادات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے جنسی تسکین کا سامان حاصل کرنے کیلئے اپنی صحت اور اخلاقیات کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔

ان ساری عادات سے بچوں کو بچانے کیلئے ضروری ہے کہ ان کو ہر وقت مشغول رکھا جائے پورے دن کے معمولات کا ایک ٹائم ٹیبل بنا دیا جائے اس کے مطابق اسے کام کرنے کی عادت ڈالیں اور اس کے مشاغل میں خود دلچسپی لیں جس سے نگرانی کا

کام آسان ہو جائے گا وقتاً فوقتاً انہیں گندی عادات کی قباحتیں اور ان میں گرفتار لوگوں کے خوفناک انجام سے آگاہ کرتے رہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کی کتابوں اور الماریوں کی چوری چھپے چھان پھٹک کرتے رہیں اس عمر میں انہیں ایسی کتابیں پڑھنے کیلئے دیں جن میں صحت وتندرستی کی افادیت اور گناہوں اور گندی عادتوں کے نقصانات ذکر کئے گئے ہوں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اولاد کے جسمانی حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''آمین''



اولاد میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا

عائلی زندگی میں باپ گھر کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کا کنبہ اس کی رعیت کہلاتا ہے۔ اور گھر کی چار دیواری اس کی سلطنت کی حدود کہلاتی ہیں۔ گھر کے جھگڑے یا پروگرام باپ کی موجودگی میں حل ہوتے ہیں اگر باپ اپنی اس مختصری رعایا میں کسی فرد کے ساتھ بدسلوکی یا ناانصافی کرے گا تو اس سے قیامت کے دن پوچھ ہوگی اسلام نے اولاد کے مابین انصاف کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے

((عَنِ النُّعمَانِ بْنِ بَشِيرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ اِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِا : اَكُلُّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ : لَا فَقَالَ ارْجِعْهُ))[1]

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بچے کو ایک غلام تحفہ کے طور دیا ہے جو میری ملکیت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنے سارے لڑکوں کو اسی طرح کا غلام دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا س سے غلام واپس لے لو۔"

گویا اس حدیث مبارک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے درمیان مساوات برابری اور عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ عنایات وتحائف یا جائیداد میں ہی انصاف نہیں ہے بلکہ اولاد کے ساتھ تمام معاملات میں انصاف کرنا والدین کی ذمہ داری ہے اگر طبعاً

[1] صحیح بخاری' کتاب الھبة للولد' ح۲۵۸۶

کسی ایک بچے کی طرف زیادہ میلان ہو تو معذوری ہے لیکن سلوک و برتاؤ اور لین دین میں ہمیشہ انصاف اور مساوات کا لحاظ رکھیے اور کبھی بھی کسی ایک کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کریں جس کو دوسرے بچے محسوس کریں اس سے دوسرے بچوں میں احساس کمتری، نفرت، مایوسی اور آخر کار بغاوت پیدا ہوگی اس ضمن میں چند ایک درج ذیل باتوں کو مدنظر رکھیں:

- کسی ایک بچے کی بار بار تعریف نہ کریں مثلاً یہ بچہ بڑا عقلمند ہے اپنے سب بھائیوں سے زیادہ ہوشیار ہے یا اس کی سلیقہ مندی کے تو کیا کہنے باقی تو سب نکھٹو ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسرے بچے اپنے آپ کو کم تر اور بدھو سمجھنے لگتے ہیں اور دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دوسرے بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ والد یا خاندان والوں کی نگاہ میں ہوشیار تو یہی ہے ہم جتنے بھی کام کریں ہمیں نکما ہونے کا لقب ہی ملے گا ہمارے کام میں کیڑے ہی نکالے جائیں گے۔ پھر کیا فائدہ اپنے آپ کو ہلکان کرنے کا اس وجہ سے ابتداء میں ہی آپ بچوں میں فرق ڈال دیں گے جس کے نقصانات بڑے سنگین ہوتے ہیں۔ آپ بچوں کے کام کی تعریف ضرور کریں لیکن ایک دوسرے پر ترجیح نہ دیں بلکہ پیار محبت سے دوسرے کو بھی اچھے کام کرنے کی ترغیب دلائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔
- اگر بچوں میں کبھی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ایک فریق کی بے جا حمایت نہ کریں اس سے دوسرا بچہ سمجھے گا کہ والد کے دل میں میری قدر نہیں ہے بلکہ آپ بچوں کو بٹھا کر دونوں کے دلائل سنیں اور پھر دونوں کو ہی سمجھا بجھا آپس میں راضی کر دیں دونوں کو ایک دوسرے کا احساس دلائیں اور لڑائی کے نقصانات بیان کریں بعض والدین کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں میں کبھی ایک بار جھگڑا ہو گیا تو جھٹ دوسرے کو کہہ دیا ارے تُو تو اس کا دشمن ہے تیرے دل میں تو اس کیلئے عداوت ہے۔ توبہ توبہ ایسے سنگین الفاظ اگر بچوں میں کبھی بھی جھگڑا نہ ہو تو پھر تو فرشتے

بن گئے ۔ ایسے ماحول میں دوسرا بچہ سمجھتا ہے کہ میں کچھ بھی کر لوں قصور تو میرا ہی نکلے گا وہ ایسے ماحول سے گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے جہاں اسے مجرم ہی سمجھا جاتا ہے اور ساتھ والا بچہ بھی سمجھتا ہے کہ شاید یہ واقعی ہی میرا دشمن ہے لامحالہ دشمنی کا بیج پھوٹ پڑتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ ایسے موقع پر جھگڑے کی نوعیت کو سمجھیں اور جس کی غلطی ہو اسے تنبیہ بھی کریں اور اس غلطی سے بچنے کا بہتر حل بھی انہیں دیں وگرنہ آپ اپنے ہاتھوں گھریلو ماحول میں تلخیوں کا زہر گھول لیں گے۔

- سفری ٹور' دعوت اور دوستوں سے ملنے کیلئے ہمیشہ ایک ہی بچے کو ساتھ نہ لے جائیں بلکہ اگر چھوٹے بچے ہیں تو کبھی کسی کو لے جائیں اور کبھی کسی کو ایسے ہی سفر سے واپس لوٹتے وقت اگر بچوں کیلئے تحائف لے جانا ہوں تو عمر کے اعتبار سے ہر بچے کے ساتھ برابر انصاف کریں۔
- بچوں کو طعنے نہ دیں کہ دیکھو تمہارے فلاں چچا کا بیٹا تمہاری عمر کا ہے کتنا ہوشیار اور ذہین ہے ایک تم ہو کہ پرلے درجے کے نکھٹو اپنے کام اور اس کے طور طریقے دیکھو اس سے بچوں کے دل میں دوسرے کیلئے حسد پیدا ہوگا۔

کسی بچے کو عاق کرنا

والدین کے ترکہ و جائیداد میں شریعت نے اولاد کو وارث قرار دیا ہے لہذا کسی بھی شخص کو یہ قطعاً اختیار نہیں کہ وہ کسی بچے یا بچی کو ان کے شرعی حق سے محروم کر دے جو والدین اولاد میں سے کسی کو اچھا سلوک کرنے یا محنت و کمائی کرنے کے سبب سب کچھ دے جاتے ہیں یا اولاد میں سے کسی کو گستاخ ہونے یا کام نہ کرنے کے سبب اس کے حصے سے محروم کر دیتے ہیں وہ شریعت کی حدود کو توڑنے والے ہیں۔

یاد رکھیئے ! شریعت میں کسی بچے کو جائیداد اور وراثت سے عاق کرنے کا کوئی تصور نہیں وہ اپنے حصے سے غیر مسلم یا مرتد ہونے کی وجہ سے محروم ہو سکتا ہے نافرمان ہونے کی وجہ سے نہیں والدین کے فوت ہونے پر اسے اس کا حصہ دیا جائے گا۔ ہاں اگر

والدین کی زندگی میں ان کی حکم عدولی کرتا ہے یا مال میں بے جا تصرف کرتا ہے تو اسے تنبیہ اور سزا کی غرض سے روکا جا سکتا ہے لیکن وفات کے بعد اسے اس کا جو حصہ بنتا ہے دیا جائے گا۔

بعض والدین بیٹیوں کو حصہ سے محروم کر دیتے ہیں انہیں کمزور سمجھتے ہوئے یا یہ کہہ کر ہم نے جو بیٹی کو دینا تھا اس کی شادی پر خرچ کر دیا اب اس کا کوئی حصہ نہیں ان کی یہ سوچ سو فیصد غلط ہے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کا حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے۔ انہیں بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں کا حصہ ہر صورت دینا پڑے گا۔

بیٹوں اور بیٹیوں کو کس طرح دینا ہے اور کتنا حصہ ان کا مختلف اعتبار سے بنتا ہے یہ ایک علیحدہ طویل بحث ہے اس سلسلہ میں وہ علماء سے معلومات کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں اولاد کے مابین انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حقوق انہیں دینے اور اپنے فرض سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے (آمین یارب العالمین)



نفسیاتی تربیت میں بچوں کے حقوق

آج کے بچے کل کے معمار ہیں ان کی شخصیت کو بنانا سنوارنا اور آراستہ کرنا والدین کا فرض ہے اس لئے انہیں بچوں کی نفسیات کو سمجھنا چاہیے۔ بچپن میں بسا اوقات صحیح تربیت نہ ہو سکنے سے بچے نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں پھر ان امراض کی نحوست ساری زندگی ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ حتیٰ کہ ان کی شخصیت اور وقار میں ایک نقص کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ یہاں ہم بچپن سے پیدا ہونے والی چند نفسیاتی امراض اور ان کے پیدا ہونے کی وجوہات ذکر کریں گے جو والدین کی غلطی یا لغزش کے نتیجہ میں وجود پاتے ہیں والدین ان کو معمولی نہ سمجھیں وگرنہ بچے کی شخصیت کو نامکمل اور ناقص رکھنے کا الزام آپ کے سر آئے گا لیجیے وہ امراض ملاحظہ فرمائیں۔

اولاد کا ڈرپوک بن جانا

اکثر مائیں اپنے بچوں کو چپ کرانے کیلئے انہیں جن بھوت' چڑیل یا کتے اور بلی سے ڈراتی ہیں۔ دروازے سے اگر باہر قدم نکالے تو بجائے اسے پکڑنے کے یوں کہہ دیا باہر بھوت کھڑا ہے وہ پکڑ لے گا یا اندھیرے میں چڑیل ہے جو پکڑ لے گی۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جو بچے کے لاشعور میں اٹک جاتی ہیں اور بڑے ہو کر وہ توہمات میں پڑ جاتا ہے اس کے ذہن میں جو بھوت یا چڑیل کا تصور بیٹھ چکا ہوتا ہے وہ اسے تنہا قبرستان جانے سے روکتا ہے اندھیرے سے خوف دلاتا ہے۔ حالانکہ ایک مسلمان نڈر اور بہادر ہوتا ہے وہ ایک اللہ کے سوا کسی سے ڈرنے والا نہیں ہوتا لیکن جب اسے ماں کی گود سے بزدلی کی تربیت ملتی ہے تو اس میں ایک عظیم انسان کے اوصاف مر جاتے ہیں وہ کالی بلی اور کالے کتے کو منحوس سمجھنے لگتا ہے سینکڑوں توہمات اس کے ذہن میں پلتی اور جواں ہوتی ہیں بچے کو گوشہ نشینی اور گھر کی دیواروں کے پیچھے چھپنے کا عادی نہ بنائیں ان

کے سامنے وہ خیالی قصے جن کا تعلق جنوں اور بھوتوں سے ہے ہرگز نہ سنائیں۔ جب بچہ ذرا سمجھدار ہو جائے تو اسے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میل جول رکھنے اور ملاقات کا موقعہ دیں اگر وہ اندھیرے سے خوف کھاتا ہے تو اس کے سامنے لائٹ بجھا کر پھر جلا دیں اس طرح کبھی کبھار کرنے سے اس کا خوف دور ہو جائے گا ایک ماہر نفسیات نے لکھا ہے کہ ایک بچہ خرگوش سے بہت ڈرتا تھا اس کے اس خوف کو دور کرنے کیلئے خرگوش کو پنجرے میں بند کر کے گھر میں رکھ دیا گیا۔ اب روزانہ ناشتے کے وقت اس پنجرے کو کچھ فاصلے پر رکھ دیا جاتا روزانہ یہ فاصلہ کم کیا جاتا رہے یہاں تک کہ ایک دن بچے نے خرگوش کو گردن سے پکڑ لیا آپ بچوں میں بہادری پیدا کرنے کیلئے انہیں سلف صالحین کے بہادری کے کارنامے سنائیں' مسلمانوں کی جہادی تاریخ اور صحابہ کرام کے جنگی معرکے ان کے سامنے رکھیں جس بچے کو بچپن میں بزدلی کا سبق دیا جائے وہ دشمن کا ہاتھ توڑنے والا جواں مرد نہیں بنتا جب بہترین غذا میں پلا ہوا' کسرتی بدن بزدل ذہن کا مالک ہوگا تو خطرات کو دیکھ کر مٹی کا ڈھیر بن جائے گا۔

احساس کمتری کا مرض

جو بچے نفسیاتی طور پر احساس کمتری کا شکار ہو جائیں وہ مجلس میں بات کرنے سے گھبراتے ہیں لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتے مستقل مزاجی سے کوئی کام نہیں کر سکتے اس میں کچھ تو پیدائشی عوامل ہوتے ہیں اور کچھ تربیتی اور معاشی ہم ذرا اختصار سے وہ ذکر کئے دیتے ہیں۔

❀ بعض بچے پیدائشی طور پر کسی جسمانی نقص کا شکار ہوتے ہیں مثلاً کم عقل ہونا بہرا یا بھینگا ہونا بولتے ہوئے ذرا تتلا کر بولنا اگر ایسے بچوں کو ان کے جسمانی نقص کی وجہ سے ڈھیٹ کیا جائے مثلاً انہیں اوئے بھینگے یا بے وقوت کہہ کر پکارا جائے تو انہیں ذہنی اذیت پہنچتی ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں خود کو کم تر سمجھنے لگتا ہے ایسے بچے خود میں گھٹ کر رہ جاتے ہیں اور اپنی اس فطری کمزوری سے دباؤ کا شکار ہو کر دوسروں کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اس میں والدین کو

چاہیے کہ وہ ایسے بچوں سے زیادہ شفقت ومحبت کریں انہیں جسمانی نقص کے حوالہ سے مت پکاریں اس کے قریب رہنے والے دوستوں رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کو نصیحت کر دیں کہ وہ ان کی اہانت یا تذلیل نہ کریں ان کا مذاق نہ اڑائیں اور ان کاموں کے انجام بد سے انہیں آگاہ کرتے رہیں۔

❀ بعض بچے ایسے ماحول میں آنکھ کھولتے ہیں کہ اپنے والدین کو غربت کے جال میں جکڑا ہوا پاتے ہیں اہل خانہ کو تنگی اور خستہ حالی کا شکار پاتے ہیں ایسے والدین کو چاہیے کہ بچوں کو خودداری کی تعلیم دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات ان کے سامنے بیان کریں بچوں کی اس کمی کو وہ زیادہ محبت اور شفقت کے برتاؤ سے پورا کریں۔

❀ بعض والدین بچوں سے اہانت آمیز سلوک کرتے ہیں انہیں جھوٹے اور برے کے نام سے پکارتے ہیں بات بات پہ بگڑ جانا ان کی عادت ہوتی ہے۔ بچوں کو بڑے داناؤں کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں اور بھول جاتے ہیں ابھی ان کی ابتدائی عمر ہے ایسے بچے بھی مناسب عزت واحترام نہ ملنے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

❀ اگر اولاد میں بعض کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے اور بعض سے سختی تو بچہ خود کو اپنے دوسرے بھائیوں سے کم تر تصور کرتے ہوئے گم سم رہنے کی عادت بنا لے گا۔

والدین کو چاہیے کہ ان تمام برائیوں سے خود کو بچا کر رکھیں تاکہ اولاد کی شخصیت پر منفی اثر نہ پڑے۔

احساس برتری کا شعور

اگر گھر کا ماحول کشادہ ہو بچوں کو مناسب احترام دیا جاتا ہو لیکن دوسروں کا احساس نہ دلایا جائے تو وہ احساس برتری کا شکار بھی ہو سکتے ہیں مثلاً خود کو اپنے دوستوں سے اعلیٰ سمجھنا اپنی رائے کو تجویز کی بجائے حکم سمجھنا دوسروں کی تحقیر کرنا یہ ایسی بیماری ہے

کہ لوگ اس شخص سے دور بھاگنے لگتے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بچے کو بچپن میں دوسروں کی تحقیر کرنے پر ٹوکنے کی بجائے شاباش دینا مثلاً ''میرے اس بہادر بیٹے نے فلاں کے بچے کو آج خوب پیٹا'' ظاہر ہے اس بات کا پھر اثر یہی ہوگا کہ وہ ہر ایک کے گریبان کو تھامنے کی کوشش کرے گا۔ والدین کو چاہیے کہ ایسے بچوں کو احترام آدمیت اور عزت نفس کا درس دیں دوسروں کی اہانت کرنے پر انہیں ٹوکیں وگرنہ وہ کل باپ کا گریبان بھی پکڑ سکتا ہے۔

دوسرے کے سہارے چلنے کی عادت

بعض والدین اپنے بچوں کو ہر وقت گھر میں بند رکھتے ہیں باہر نکلنے سے روکتے ہیں۔ بڑی عمر میں بھی سفر کی اجازت نہیں دیتے مجلس میں جانے کی اجازت نہیں دیتے اگر کوئی ضروری کام ہو تو بھی اکیلے جانے سے روکتے ہیں ایسے بچے بڑے ہو کر بھی بدھو رہتے ہیں۔ مجلس میں بات کرنے سے گھبراتے ہیں تنہا سفر کرنے سے خوف محسوس کرتے ہیں ایسے بچے دوسروں کے سہاروں پہ چلنے کے عادی ہو جاتے ہیں ان میں خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے کوئی کام تنہا کرنے سے گھبراتے ہیں ان میں آزادانہ سوچ اظہار رائے اور فکری نشوونما ہی رک جاتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ عمر کیساتھ ساتھ بچوں میں تنہا کام کرنے کی جرأت پیدا کریں مجلس میں احسن طریقہ سے بات کرنے کا شعور دلائیں اور کبھی کبھار قریبی جگہوں سے سودا سلف لانے کے بہانے چھوٹے موٹے سفر پر بھیجیں تا کہ ان میں دوسروں کے سہارے چلنے کی عادت نہ پیدا ہو۔

اسی طرح بچوں میں غصہ' حسد اور چڑچڑا پن پیدا ہو جانا یہ سب بچپن میں والدین کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتا ہے بچوں کے سامنے کبھی بچوں کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار نہ کیجیے بلکہ ان کی ہمت بڑھانے کیلئے ان کی معمولی اچھائیوں کی بھی دل کھول کر تعریف کریں ہمیشہ ان کا دل بڑھانے اور ان میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔



لڑکیوں کی پرورش اور ان کے حقوق

عورت کائناتِ ہستی کا وہ پھول ہے کہ جس کے بغیر سازِ ہستی میں سوز باقی نہیں رہتا زندگی کا پہیہ گردش نہیں کر سکتا اور نہ ہی حیات انسانی میں کوئی رنگ و بو باقی رہتا ہے لیکن ظہور اسلام کے بعد مسلم معاشرہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس مقام پر آٹھہرا ہے کہ جہاں گھر کے آنگن میں لڑکی کی پیدائش پر غم کی لہر دوڑ جاتی ہے بیٹی کو بوجھ اور بیٹے کو سہارا سمجھا جانے لگا ہے۔ بیٹے کی پیدائش پہ خوشیاں منائی جاتی ہیں اس کی چاہت کی جاتی ہے جبکہ بیٹی کی پیدائش پہ خاموشی چھا جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو یہ چیز درحقیقت مشرکانہ ذہنیت اور سوچ کی غمازی کرتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں بیٹیوں کی پیدائش پر مشرکین کے ردعمل کا یوں اظہار کیا گیا ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ط اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ط اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○﴾ (نحل: ۵۸۔۵۹)

''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا اور وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے۔ سوچتا ذلت سے بچی کو لئے رکھے یا مٹی میں دبا دے ہاں برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں''

لڑکی کی پیدائش پر ناپسندیدگی کی دو ہی وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ آدمی لڑکی کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتا ہے کہ اس کی وجہ سے میرا سر جھک گیا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ لڑکی کے اخراجات سے گھبراتا ہے کہ اس پر خرچ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ جب یہ خدمت کے قابل ہوگی پرائے گھر چلی جائے گی۔

جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے تو اس میں ایک مسلمان والد کو شرم محسوس ہو گی کہ وہ نبی علیہ السلام کی حیات مقدسہ کو اپنے لئے نمونہ بھی سمجھتا ہے اس کے مطابق زندگی بھی گزارنا چاہتا ہے اور لڑکیوں سے نفرت کر رہا ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بیٹیوں کے باپ تھے اور لڑکی کے وجود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم سے ڈھال اور جنت کا ذریعہ بتایا ہے اور دوسری وجہ جو لڑکیوں سے نفرت کا باعث ہے۔ وہ بھی ایک جاہلانہ خیال ہے اس لئے کہ روزی کا اللہ مالک ہے جس نے ہر پیدا کرنے والی چیز کا ذمہ اٹھا رکھا ہے اور ہر پیدا ہونے والا اپنی روزی ساتھ لے کر آتا ہے ہو سکتا ہے پیدا ہونے والی بیٹی اپنی روزی کے ساتھ والدین کیلئے خوش بختی کا پیام بھی لے کر آئی ہو۔ اس لئے اس ناتواں مخلوق سے بدسلوکی کرنے والا انہیں دیکھ کر ناک بھوں چڑانے والا ظالم ہے اور ناشکرا بھی اسلئے کہ بیٹی تو والدین کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا ذریعہ ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

> ''جس شخص نے دو بیٹیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں جوان ہو گئیں تو وہ روز قیامت اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ پھر آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا''

اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک مومن باپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو جائے۔ بیٹے کی طرح بیٹی کے بھی والدین پر حقوق ہیں مثال کے طور پر وہ لڑکی کی توہین نہ کریں' لڑکے کو اس پر ترجیح دے کر امتیازی سلوک نہ کریں اور نہ ہی اسے زندہ درگور کریں۔

اگرچہ زندہ درگور کرنے کا وقت اسلام کے آنے سے ختم ہو گیا لیکن آج بھی بعض علاقوں میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے جیسا کہ بھارت کے علاقہ تامل ناڈو میں بکثرت ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اسی طرح بچی کی مناسب جسمانی تربیت نہ کرنا اس کی خوراک کو بارگراں سمجھنا اسی زمرہ میں آتا ہے۔ اسی طرح بعض گھرانوں میں بیٹی کو مناسب احترام نہیں دیا جاتا۔ پرورش اور تعلیم و تربیت میں بیٹے اور بیٹی میں فرق رکھا جاتا ہے۔ بیٹے سے بھرپور شفقت کا اظہار ہوتا ہے اور بیٹی سے محض

برائے نام۔ یاد رکھیے! ایسا کرنے والا بے انصاف اور ظالم ہے قیامت کے دن بیٹی کے بارے میں اس سے مؤاخذہ ہوگا۔

وراثت میں بیٹی کا حق

کتنے ہی والدین کو دیکھا کہ انہوں نے بیٹیوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا اور دلیل یہ دی کہ ہم نے بیٹی کو جو دینا تھا وہ اس کی شادی پہ صرف کر دیا یا اسے جہیز دے دیا اب اس کا جائیداد میں کوئی حق نہیں بنتا اگر بیٹی نے اپنے حق کا مطالبہ کیا تو اس سے تعلقات منقطع کر لئے کہ اس نے کون سا کمایا جو اس کا حق بنتا ہے۔ یہ چیز خالصتاً غیر اسلامی ہے بلکہ جہیز کے نام سے لڑکی کو حق وراثت سے محروم کرنا تو ہندوانہ رسم ہے۔ اسلام نے بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کا وراثت میں حصہ مقرر کیا ہے جس کا ادا کرنا والدین کیلئے فرض ہے اگر باپ حصہ سے بیٹی کو محروم کر کے اس دنیا سے رخصت ہوا تو وہ جائیداد اور مال اسکے گلے میں طوق بن جائے گا اسلئے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ ''جس نے اللہ کی (قائم کردہ) حدود سے تجاوز کیا (ان کی پرواہ نہ کی) اس نے خود پر ظلم کیا''۔

بیٹیوں کی شادی

بعض والدین لڑکی کو حلق کا پھندہ سمجھتے ہیں جسے وہ جلد سے جلد اتارنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ کسی مناسب رشتہ کی تلاش نہیں کرتے بیٹی پر خرچ سے بچنے کیلئے جیسی بھی جگہ ملی بیٹی کو اس جہنم میں دھکیل دیا یہ بھی بیٹی کی توہین اور ناقدری ہے اور اس سے بدسلوکی ہے۔

والدین کا فرض ہے کہ وہ بیٹی کیلئے مناسب اور دیندار رشتہ تلاش کریں اسلامی شعور اور دینی تڑپ رکھنے والا بیٹا تلاش کریں۔ اس سلسلہ میں مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کیا خوب درس دے گئے ہیں۔ ان سے خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کیلئے رشتہ مانگا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لوگ حیران ہوئے کہ اس

سے بہتر انہیں رشتہ کہاں مل سکتا ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر میری بیٹی بنو امیہ کے محلات میں منتقل ہو جائے گی' شاہی فاخرانہ لباس زیب تن کرے گی' قیمتی ساز و سامان زیر استعمال ہو گا' خدمت گزاری کیلئے کنیزیں اور نوکر چاکر ہمہ وقت ہمراہ ہوں گے تو میری بیٹی کے دین کا کیا بنے گا۔ اور ان کا ایک شاگرد ابو وداعہ بیان کرتا ہے کہ میں حصول علم کیلئے مسجد نبوی میں رہتا تھا اور حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے علمی حلقے میں بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے بیٹھا کرتا تھا۔ شیخ کے حلقے سے چند دن غیر حاضر رہا استاد نے مجھے حلقہ علم میں نہ دیکھا تو اندیشہ ہوا کہ یا تو اچانک میں بیمار ہو گیا ہوں یا کوئی اور ناگہانی مجبوری لاحق ہو گئی ہے۔ میرے متعلق ساتھیوں سے پوچھا لیکن انہیں بھی میرے متعلق کوئی خبر نہ تھی۔ چند دنوں بعد جب میں واپس آیا تو مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ابو وداعہ اتنے دن کہاں رہے؟

میں نے عرض کیا: میری بیوی فوت ہو گئی تھی اس لئے میں مصروف ہو گیا اور شریک درس نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا! ابووادعہ ہمیں بتایا ہوتا ہم آپ کے پاس غم خواری کیلئے آتے اور اس کے جنازے میں شریک ہوتے۔ میں نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے جب میں گھر جانے کیلئے اٹھا۔ آپ نے فرمایا' ابھی میرے پاس بیٹھے رہو۔ جب تمام شاگرد اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے فرمایا: کیا ابھی تک نئی شادی کا ارادہ نہیں کیا میں نے عرض کی اللہ آپ کو خوش رکھے بھلا اب کون اپنی بیٹی مجھے دے گا میں ایک ایسا نوجوان ہوں جس کی پرورش یتیمی میں ہوئے' مسلسل مفلسی میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں' میرے پاس دو یا تین درہم سے زیادہ رقم نہیں۔ استاد نے میری یہ داستان غم سن کر شفقت ومحبت بھرے انداز میں ارشاد فرمایا' پریشان نہ ہو میری جو لاڈلی بیٹی ہے اس کی شادی تم سے کرتا ہوں۔ اپنے استاد کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں انگشت بدنداں رہ گیا پھر قدرے جرأت کر کے میں نے کہا: آپ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کریں گے حالانکہ آپ کو میرے حالات کا اچھی طرح علم ہے۔ فرمایا ہمارے پاس جب کوئی آتا ہے جس کے دین اور اخلاق سے ہم راضی ہوں تو اسے اپنا بنانے میں خوشی

محسوس کرتے ہیں چونکہ میرے نزدیک آپ دین اور اخلاق کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں اس لئے میں تجھے اپنا بیٹا بنانے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ پھر آپ نے مسجد میں موجود لوگوں کو اپنے پاس بلایا جب چند اشخاص آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو انہوں نے خطبہ نکاح پڑھ کر اپنی لاڈلی حسین وجمیل اور سلیقہ شعار بیٹی کی شادی مجھ سے کر دی اور مہر بھی صرف دو درہم مقرر کیا۔ میں وہاں سے اٹھا اور خوشی وحیرت سے ملے جلے جذبات سے گھر کی جانب روانہ ہو گیا اور دل میں یہ بھی سوچ رہا تھا ابو وداعہ تجھ پر افسوس تو نے یہ کیا کر دیا؟ کس سے اب قرض لو گے کس سے مال طلب کرو گے۔ چند دنوں کے بعد مجھے خود ہی حضرت سعید بن میسب رحمہ اللہ نے گھریلو ضروریات کیلئے کافی رقم بھی دے دی اور میں اپنی ہونے والی شرعی بیوی کے ساتھ مطمئن ومسرور رہنے لگا۔[1]

اس میں نصیحت ہے ان والدین کیلئے جو دنیاوی ساز وسامان کو دیکھتے ہیں اور دین کو نظر انداز کر دیتے ہیں اس لئے وہ بیٹیوں کی مرضی کے خلاف دولت مند بوڑھوں سے ان کی شادیاں کر دیتے ہیں یا جائیداد کے مالک عیاش قسم کے لوگوں سے لڑکیوں کو بیاہ دیتے ہیں۔ اور بیٹیوں کی پرورش پر اور ان سے اچھے سلوک سے پیش آنے کا کیا اجر ہے وہ ہم انشاء اللہ آخری فصل میں ذکر کریں گے۔



---

[1] از حیات تابعین

تربیت اولاد کے کچھ مثالی واقعات

صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کو تربیت اولاد کی کس قدر فکر تھی اور وہ کس قدر اولاد کے حقوق ادا کرنے میں مخلص تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل چند واقعات سے ہوتا ہے فائدہ اور اصلاح کی غرض سے ان میں سے چند ایک نقل کئے جا رہے ہیں:

تیس ہزار دینار کا بہترین مصرف:

مشہور تابعی فروخ کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کے دل میں پھر جذبہ جہاد انگڑائیاں لینے لگا' زیادہ دیر نہیں گزری وہ ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ کے غلام تھے' لیکن ایک جنگ میں انہوں نے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ حضرت ربیع یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غلام کی بہادری سے متاثر ہو کر انہیں آزاد کر دیا تھا اور مال غنیمت کا وافر حصہ بھی عطا کیا تھا۔ فروخ اپنے حصہ کا مال غنیمت اٹھائے مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ جہاں اس نے ایک متوسط درجے کا گھر خریدا اور ایک سلیقہ شعار عورت سے شادی کر لی لیکن وہ چہیتی بیوی جسے اللہ تعالیٰ نے عمدہ صفات سے نوازا تھا' وہ ایک مومن بہادر جنگجو کے جذبہ جہاد پر غالب نہ آ سکی۔ جب بھی اسلامی لشکروں کی کامیابی کی خوش کن خبریں مدینہ منورہ میں گشت کرتیں تو فروخ کا جذبہ جہاد نقطہ عروج پر پہنچ جاتا اور شوقِ شہادت میں اضافہ ہو جاتا آج بھی وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر گھر آئے تو انہوں نے اسلامی لشکر میں شامل ہو کر میدان جہاد کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ بیوی کو اپنے اس ارادے سے آگاہ کیا تو اس نے کہا: ''مجھے اور میرے پیٹ میں پلنے والی اپنی امانت کو کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو؟ آپ مدینہ میں اجنبی ہیں اور نہ ہی آپ کا یہاں کوئی رشتہ دار ہے۔'' اس نے جواب دیا میں آپ کو اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ یہ تیس ہزار دینار اپنے پاس رکھیں۔ یہ مال غنیمت سے میرے

حصے میں آئے تھے۔ انہیں سنبھالو یا تجارت میں لگا دینا خود بھی خرچ کرنا اور معروف انداز میں اپنے ہونے والے بچے پر بھی خرچ کرنا یہاں تک کہ میں میدانِ جہاد سے صحیح سالم واپس آؤں یا اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر دے۔ پھر انہوں نے الوداعی سلام کہا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

فروخ کی بیوی نے اپنے خاوند کی روانگی کے چند ماہ بعد ایک خوبرو اور جاذب نظر بچے کو جنم دیا۔ ماں نے اس کا نام ربیعہ رکھ دیا۔ اس ننھے بچے کے روشن چہرے پر شرافت ونجابت کی علامت شروع ہی سے آشکارا تھی۔ بچپن ہی سے اس کی باتوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ ماں نے اس کو تعلیم وتربیت کیلئے ماہر اساتذہ کے سپرد کر دیا اور انہیں اچھی تعلیم دینے کی تلقین کی اور تربیت کرنے والوں کی خدمت میں استدعا کی کہ وہ اسے اچھے انداز سے ادب سکھلائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے لکھنے پڑھنے میں مہارت پیدا کر لی۔ قرآن مجید حفظ کر لیا۔ جس قدر ممکن ہو سکا احادیث رسول ﷺ کو بھی زبانی یاد کر لیا اور اسی طرح کلام عرب کا بھی قابل قدر حصہ زبانی یاد کر لیا' علاوہ ازیں دینی احکامات کی معرفت بھی حاصل کر لی۔

ربیعہ کی والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس کے اساتذہ پر مال و دولت نچھاور کرنے لگی اور انہیں انعامات سے نوازنے لگی۔ جب بھی یہ دیکھتی کہ اس کا بیٹا میدان علم و ادب میں چند قدم آگے بڑھا ہے وہ اسی قدر انعام و اکرام میں بھی اضافہ کر دیتی۔ وہ اس کے پردیسی باپ کی واپسی کا انتظار کرتی تھی اور اس کوشش میں تھی کہ بیٹا بڑا ہو کر ایسے مقام پر فائز ہو کہ عوام الناس کی رہنمائی کا باعث بنے۔ جس وقت اس کا باپ سفر سے لوٹے وہ اپنا با ادب' مہذب' تعلیم یافتہ بیٹا دیکھ کر باغ باغ ہو جائے۔ لیکن اس کے خاوند کی جدائی لمبی ہو گئی۔ دل کے ارمان آنسوؤں میں بدلنے لگے۔ مختلف خیال آرائیاں ہونے لگیں۔ کوئی کہتا دشمن کے ہاتھوں قید ہو گیا ہوگا' کوئی کہتا وہ آزاد ہے اور جہاد میں مشغول ہوگا' میدان جہاد سے واپس لوٹنے والے کہتے اس نے اپنی دلی تمنا کے مطابق جام شہادت نوش کر لیا ہوگا۔ ام ربیعہ نے اس تیسری بات کو ترجیح دی کیونکہ عرصہ دراز

سے کوئی اس کی خبر نہ تھی۔ اس جدائی نے اس کے دل کو پژمردہ کر دیا لیکن اس نے صبر و شکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت کر لی۔ جب ربیعہ نے جوانی میں قدم رکھا خیرخواہوں نے اس کی والدہ کو مشورہ دیا ربیعہ اب لکھ پڑھ چکا ہے ضرورت کے مطابق اتنا ہی کافی ہے بلکہ اپنے ہم عمروں سے کہیں آگے ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ قرآن و حدیث کا بھی حافظ ہے۔ اگر تو اس کے لئے کوئی پیشہ منتخب کر لے وہ بہت جلد اس میں مہارت پیدا کر لے گا پھر وہ منافع سے آپ پر اور اپنی ذات پر خرچ کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ والدہ نے یہ سن کر کہا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گی کہ وہ اس کیلئے ایسا کام تجویز کر دے جو اسکی دنیا اور آخرت کیلئے بہتر ہو۔ پھر ربیعہ نے اپنے لئے علم کو منتخب کر لیا اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ زندگی بھر متعلم یا معلّم کی حیثیت میں رہے گا۔

ربیعہ اپنے منتخب راستے پر بغیر کسی کوتاہی اور تساہل کے گامزن رہے اور ان علمی حلقوں کی طرف جن کی مسجد نبوی ﷺ میں چہل پہل تھی اس طرح لپکے جیسے کوئی پیاسا پانی کے چشمے کی طرف لپکتا ہے اور ان صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا دامن پکڑ لیا جو ابھی بقید حیات تھے۔ ان میں سرفہرست خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ تھے۔ میدان علم میں دن رات کی مسلسل محنت نے انہیں علماء کا تاج بنا دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کا نام بلند ہوا مقدر کا ستارہ چمکا اور اس کے چاہنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ شاگرد اس پر فریفتہ ہونے لگے اور قوم نے انہیں اپنا سردار بنا لیا۔ اس طرح سے ان کی زندگی کے دن گزر رہے تھے کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کا انہیں وہم و گمان ہی نہ تھا۔

موسم گرما کی چاندنی رات تھی ایک جنگجو شہسوار ہتھیاروں سے لیس چھٹی ہجری کے آخری ایام میں مدینہ منورہ آیا وہ اپنے گھوڑے پر سوار مدینہ منورہ کی گلیوں میں اپنا گھر تلاش کر رہا تھا وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کا گھر موجود ہے یا حوادثاتِ زمانہ کی نظر ہو چکا ہے۔ کیونکہ انہیں اپنا گھر چھوڑ کر گئے تیس برس بیت چکے تھے۔ اس کے نہاں خانہ دل میں یہ تصور جاگزیں تھا کہ اس کی جواں سال بیوی پر اس عرصہ میں کیا گزری ہوگی؟ کن مشکلات کا انہیں سامنا کرنا پڑا ہوگا؟ بھلا اس بچے کا کیا بنا ہوگا جو میری روانگی

کے وقت پیٹ میں پل رہا تھا؟ خدا جانے لڑکا ہوا یا لڑکی؟ وہ زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے؟ اگر زندہ ہے تو وہ کس حالت میں ہوگا؟ اور اس خطیر رقم کا کیا بنا ہوگا جو میں نے مالِ غنیمت سے حاصل کی تھی اور سمرقند اور بخارا کو فتح کرنے کیلئے اسلامی لشکر کے ہمراہ روانہ ہوتے وقت میں نے بیوی کے سپرد کی تھی؟

مدینے کی گلیوں میں آنے جانے والوں کی چہل پہل تھی۔ لوگ ابھی نماز عشاء سے فارغ ہوئے ہی تھے لیکن ان آنے جانے والوں میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہیں تھا اور نہ ہی اسے کوئی اہمیت دیتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے غبار آلود گھوڑے کی طرف بنظر غائر دیکھتا تھا اور نہ ہی اس کے کندھے پر لٹکنے والی تلوار کی طرف جھانکتا تھا کیونکہ اسلامی شہروں کے باشندے ان مجاہدین سے مانوس ہو چکے تھے جو اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے صبح و شام آتے جاتے رہتے تھے۔ مدینے کے باسیوں کی اس بے پروائی کو دیکھ کر شہسوار کے غم واندوہ میں اضافہ اور خیالات میں مزید وسوسے پیدا ہوئے شہسوار اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا مدینے کی گلیوں میں راستہ تلاش کرتے ہوئے چلا جا رہا تھا آخر کار وہ اپنے گھر کے سامنے پہنچا' گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا' وفور شوق میں اہل خانہ سے اجازت لئے بغیر دروازے سے گزر کر گھر کے صحن میں آ کھڑا ہوا' گھر کے مالک نے دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تو بالائی منزل سے نیچے جھانکا' کیا دیکھتا ہے کہ چاندنی کی روشنی میں ایک شخص تلوار لٹکائے' ہاتھ میں نیزا تھامے گھر کے صحن میں کھڑا ہے۔ یہ نوجوان غصے سے اچھلا اور ننگے پاؤں یہ کہتے ہوئے تیزی سے نیچے اترا' اے اللہ کے دشمن تو رات کو اپنے آپ کو چھپائے ہوئے میرے گھر میں داخل ہوا' معلوم ہوتا ہے تیرے ارادے غلط ہیں۔ وہ اس پر جھپٹا اور اجنبی کو بات کرنے کا وقت ہی نہ دیا' دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ شور و غوغا سن کر چاروں طرف سے پڑوسی ان کے گھر آ جمع ہوئے۔ نوجوان صاحب خانہ نے مسافر کی گردن کو دبوچتے ہوئے کہا اے اللہ کے دشمن میں تجھے اللہ کی قسم یوں ہی نہیں چھوڑوں گا بلکہ تجھے حاکم وقت کے پاس لے جاؤں گا۔ اس شخص نے کہا میں اللہ کا دشمن نہیں اور نہ ہی میں نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا

ہے۔ یہ میرا گھر ہے میں اس کا مالک ہوں۔ میں نے اس کا دروازہ کھلا ہوا پایا تو اندر آ گیا کیا اپنے گھر آنا جرم ہے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہوا اور کہا:

اے قوم میری بات سنو! یہ گھر میرا ہے میں نے اسے خود خریدا میرا نام فروخ ہے کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس فروخ کو جانتا ہو جو آج سے تیس سال پہلے جہاد کیلئے یہاں سے روانہ ہوا تھا۔ نوجوان صاحب خانہ کی والدہ سوئی ہوئی تھی۔ شور و ہنگامہ سن کر بیدار ہوئی' بالا خانے کی کھڑکی سے نیچے جھانکا تو اسے اپنا خاوند نظر آیا جس کی جدائی نے اسے نڈھال کر رکھا تھا اچانک اس منظر کو دیکھ کر اس پر دہشت طاری ہوئی دانتوں میں انگلی دبائے ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہی پھر بلند آواز سے کہا:

لوگو! اسے چھوڑ دو' بیٹے ربیعہ تم بھی اسے چھوڑ دو' یہ تیرا باپ ہے' لوگو اپنے اپنے گھر واپس چلے جاؤ اللہ تمہارا بھلا کرے۔ پھر خاوند سے مخاطب ہوئی اور کہا: اے ابو عبدالرحمان یہ تیرا بیٹا ہے تیرا لخت جگر ہے تیرا نورِ چشم ہے جب یہ سنا تو فروخ وفور مسرت سے اچھل کر بیٹے سے بغل گیر ہوا اور ہونہار بیٹا محبت سے اپنے باپ کے ہاتھوں' گردن اور سر کو چومنے لگا' لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے اور مسکراتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ام ربیعہ بالا خانے سے نیچے اتری' اپنے خاوند کو سلام کیا جس کے متعلق اسے خیال تھا کہ اب روئے زمین پر اس سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ جدائی کو تیس سال گزر چکے تھے اور اس طویل جدائی میں کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ فروخ اپنی بیوی کے پاس بیٹھا اور اس سے بیتے ہوئے دنوں کی روداد سننے لگا اور اپنے متعلق گھر تک خبر نہ پہنچانے کے اصلی اسباب بیان کرنے لگا لیکن ام ربیعہ سوچ رہی تھی کہ کہیں اسی مجلس میں مجھ سے اس خطیر رقم کے متعلق نہ پوچھ لیں جو جاتے وقت میرے سپرد کر گئے تھے۔ وہ خیالات کی دنیا میں اپنے دل سے کہہ رہی تھی اگر انہوں نے اس مال کے متعلق پوچھ لیا جو میرے پاس بطور امانت چھوڑ گئے تھے اور یہ تلقین کر گئے تھے کہ میں اسے اچھے انداز سے خرچ کروں اگر میں نے انہیں یہ بتا دیا کہ اس میں سے کچھ باقی نہیں بچا تو پتہ نہیں کیا ردعمل ہوگا؟ اگر میں نے انہیں یہ بتا دیا کہ میں نے تمام مال

اس کے بیٹے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا تو کیا یہ سن کر انہیں خوشی ہوگی یا تعجب؟ وہ اپنے انہی خیالات میں مستغرق تھی کہ خاوند نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ام ربیعہ کیا سوچ رہی ہو؟ کن خیالات میں گم ہو؟ یہ دیکھو میں چار ہزار درہم اور لایا ہوں یہ مال ہم پہلے سے ملا کر باغ اور زمین خرید لیں گے اور زندگی بھر اس کی آمدن سے آسودگی حاصل کریں گے۔ اچانک صبح کی اذان نے ان کا سلسلہ کلام منقطع کر دیا۔ فروخ وضو کرنے کیلئے اٹھا پھر جلدی سے دروازے کی طرف گیا' آواز دی ربیعہ کہاں ہے؟ اسے بتایا گیا کہ وہ تہجد کی اذان ہوتے ہی مسجد چلا گیا تھا۔

فروخ مسجد پہنچا تو دیکھا کہ امام ابھی تھوڑی دیر پہلے نماز پڑھا کر فارغ ہوا ہے۔ انہوں نے فرض نماز ادا کی پھر روضہ رسول ﷺ پر گئے پھر ریاض الجنۃ کی طرف مڑے۔ دل میں وہاں نماز ادا کرنے کا شوق تھا۔ اس کے معطر ماحول میں دل لگا کر نفلی نماز ادا کی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ جب مسجد سے جانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ اس کے صحن میں ایک ایسی علمی محفل جمی ہے جو مثال نوعیت کی تھی اور اس سے پہلے اس قسم کی مجلس کہیں نہیں دیکھی تھی۔ لوگ شیخ مجلس کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ رش اتنا تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس نے اہل مجلس کی جانب نگاہ دوڑائی' دیکھا کہ اس میں بڑی عمر والے سروں پر پگڑیاں باندھے باادب بیٹھے ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بظاہر بڑے معزز دکھائی دیتے ہیں۔ بہت سے سجیلے نوجوان قلم ہاتھ میں لئے دوزانو بیٹھے شیخ کی ہر بات کو کاغذ پر اس طرح قلمبند کر رہے ہیں جیسے کسی تاج پر قیمتی موتی چنے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کاپیوں میں شیخ کے ارشادات کو اس طرح محفوظ کر رہے تھے جیسے عمدہ چیزوں کو محفوظ کیا جاتا ہے اور ان کی ہر بات کو اس طرح خاموشی ادب واحترام اور کامل توجہ سے بلاحس وحرکت سن رہے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ فروخ کے دل میں شیخ مجلس کے دیدار کا شوق پیدا ہوا لیکن زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے مجلس برخواست کر دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حاضرین مجلس دیوانہ وار اس کی طرف لپکے' محبت بھرے انداز میں

انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور انہیں الوداع کرنے مسجد نبویؐ کے باہر تک آئے اس موقع پر فروخ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا' خدارا مجھے یہ تو بتا دیں کہ یہ بلند پایہ شیخ کون ہیں؟

اس شخص نے تعجب سے کہا: کیا آپ مدینہ منورہ میں نہیں رہتے؟ فروخ نے کہا: کیوں نہیں میں مدینہ کا باسی ہوں۔ اس شخص نے کہا مدینہ میں کون ایسا ہے جو اس شیخ کو نہیں جانتا؟

فروخ نے کہا اگر میں اسے نہیں جانتا تو مجھے معذور سمجھیں کیونکہ میں تیس سال قبل جہاد کیلئے مدینہ سے چلا گیا تھا کل ہی واپس آیا ہوں۔ اس شخص نے کہا چلو کوئی بات نہیں' میں آپ کو اس شیخ کے متعلق بتاتا ہوں۔ یہ تابعین کے سردار' امت مسلمہ کے بہت بڑے عالم اور نوعمری کے باوجود مدینے کے محدث' فقیہ اور امام ہیں۔ اہل مدینہ نے ان سے بڑھ کر کوئی متقی پرہیز گار نہیں دیکھا' ان کا نام ربیعہ الرائی ہے۔ فروخ نے تعجب سے پوچھا ربیعہ الرائی! اس نے کہا ہاں اس کا نام ربیعہ ہے لیکن مدینے کے علماء مشائخ اسے ربیعہ الرائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ فروخ نے پوچھا یہ کس کا بیٹا ہے؟ اس شخص نے کہا یہ اس مجاہد کا بیٹا ہے جس کا نام فروخ ہے۔ یہ اس کے جہاد پر روانہ ہونے سے چند ماہ بعد پیدا ہوا تھا اس کی والدہ نے اس کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔ میں نے ابھی نماز فجر سے پہلے کچھ لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ اس کا باپ تیس سال کے بعد گذشتہ رات مدینہ واپس آیا ہے۔ یہ بات سن کر فروخ کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے۔ لیکن یہ شخص ان آنسوؤں کے گرنے کا سبب نہ جان سکا۔ پھر فروخ جلد سے گھر پہنچا۔ بیوی نے دیکھا کہ ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں۔ پوچھا' ابو الربیعہ خدا خیر کرے کیا ہوا؟ اس نے کہا گھبرائیے نہیں' سب خیر ہے آج میں نے اپنے بیٹے ربیعہ کی نرالی شان دیکھی ہے یہ منظر دیکھ کر بے انتہا خوشی میں میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آج اس کے علمی مقام' خوش بیانی اور لوگوں کی اس کے ساتھ بے پناہ محبت نے مجھے بلند کر دیا۔ میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ مجھے بلند مقام بیٹا ملا۔ ام ربیعہ نے اس موقع کو غنیمت جانتے

ہوئے کہا:

میرے سرتاج! آپ کو ان دو چیزوں میں سے کون سی چیز زیادہ محبوب و مرغوب ہے۔ تیس ہزار دینار یا اپنے بیٹے کا علم و فضل میں بلند مقام۔ اس نے کہا اللہ کی قسم مجھے پوری دنیا کے مال سے زیادہ اپنے لخت جگر کا یہ مقام قیمتی اور محبوب دکھائی دیتا ہے۔ بیوی نے کہا جو مال آپ مجھے بطور امانت دے گئے تھے وہ میں نے اس کی تعلیم و تربیت پر خرچ کر دیا ہے کیا آپ اس سے خوش ہیں؟

کہا: کیوں نہیں مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو میری، میرے بیٹے اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔[1]

جب لڑائی کا بازار گرم ہو جائے:

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا ان کے دور میں ایک معرکہ کن جنگ ہوئی تھی۔ جو جنگ قادسیہ کے نام سے معروف ہے۔ اس جنگ میں عرب کی نامور شاعرہ حضرت خنساءؓ بھی شریک تھیں اور ان کے چاروں شہ زور بیٹے بھی۔ حملہ سے ایک رات پہلے حضرت خنساءؓ نے اپنے چاروں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا:

''اللہ کی قسم جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو اس طرح ایک باپ کے بیٹے ہو، میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، تمہاری ماں ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے تم نجیب الطرفین ہو، تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے کفار سے جنگ کے عوض کس قدر ثواب تیار کر رکھا ہے۔ خوب سمجھ لو اس فنا ہونے والی دنیا سے دارالبقاء بہتر ہے۔ لہٰذا تم اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں نکل جاؤ اور کل جب گھمسان کا رن پڑے تو اس کی بھٹی میں بلا خطر کود پڑنا جب دشمن کا لشکر پورے جوش و جذبہ سے لڑائی میں مشغول ہو تو تم اس کے سردار کو اپنی تلواروں کا نشانہ بنانا اور شہادت سے سرفراز ہو جانا۔

[1] از حیات تابعین کے درخشاں پہلو، مترجم محمود احمد غضنفر

اگلے دن جب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہوگئی اور تلواروں کی جھنکار سے دل دہلنے لگے ایسے میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے چاروں شہید ہوگئے۔[1]

بیٹا جاؤ اور کافروں سے مقابلہ کرو:

حضرت ام عمارہؓ کی عمر تینتالیس سال تھی۔ جب وہ غزوہ احد میں شریک ہوئیں۔ انہوں نے کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا۔ جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے۔ جب کوئی زخمی ہوجاتا تو ایک چیتھڑا نکال کر جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں اور بارہ تیرہ جگہ زخم آئے۔ جن میں ایک بہت سخت تھا۔ اچانک ان کے بیٹے عبداللہ بن زید کے بازو میں زخم آیا اور اتنا گہرا تھا کہ خون تھمتا نہ تھا۔ حضرت ام عمارہؓ نے اپنی کمر سے کچھ کپڑا نکالا' پٹی باندھی اور بجائے کچھ آرام کا مشورہ دینے کے' کہا بیٹا جاؤ کافروں سے مقابلہ کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے ام عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے اور ان کے گھرانے کو نئی دعائیں دیں۔[2]

ایک بہادر ماں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی شہادت سے صرف چند گھنٹے پہلے اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں جو اس وقت کافی بوڑھی ہوچکی تھیں' حاضر ہوئے۔ حضرت اسماءؓ نے پوچھا عبداللہ اس وقت جب حجاج کی قلعہ شکن توپوں کی شدید سنگ باری سے جو وہ حرم میں پناہ گزیں تمہارے آدمیوں پر کر رہی ہیں۔ مکے کے درو دیوار لرز رہے ہیں تم کس غرض سے آئے ہو؟

جواب دیا امی جان میں اس وقت آپ سے کچھ مشور لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

[1] الفاروق' علامہ شبلیؒ

[2] طبقات ابن سعد

حضرت اسماءؓ نے تعجب سے کہا مجھ سے مشورہ لینے آئے ہو' کس معاملے میں جواب دیا میرے تمام ساتھی ایک ایک کر کے مجھ سے الگ ہو گئے۔ حجاج کے خوف سے یا اس سے مادی فوائد کے حصول کی امید نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چند جانثار جو ابھی باقی ہیں۔ ان کا بھی یہ حال ہے کہ جب قوت برداشت جواب دے دیگی تو ساتھ چھوڑ دیں گے۔ ادھر بنو امیہ کے قاصد برابر میرے پاس یہ پیش کش کر رہے ہیں کہ اگر ہتھیار ڈال دوں اور عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لوں تو میرا ہر دنیاوی مطالبہ ماننے کیلئے تیار ہیں۔ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا: عبداللہ یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے اور تم خود اپنے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہو اگر تمہیں اپنے موقف کی حقانیت اور صداقت کا یقین ہے اور تم حق کی طرف دعوت دے رہے ہو تو اپنے موقف پر ڈٹے رہو اور اپنے ساتھیوں کی طرح صبر و استقلال سے کام لو۔ جنہوں نے تمہارے جھنڈے تلے لڑتے ہوئے اپنی جانیں دے دیں ہیں۔ اگر تم ان کے ذریعہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے تو تم ایک بہت برے آدمی ہو کہ خود کو بھی ہلاک کیا اور اپنے آدمیوں کو بھی یہ کہتے ہوئے ان کی آواز بلند ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا لیکن اس صورت میں لازماً قتل کر دیا جاؤں گا۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا: یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے آپ کو حجاز کے حوالے کر دو اور بنو امیہ کے لڑکے تمہارے سر سے کھیلیں جواب دیا میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ میرا مثلہ کریں گے۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا: قتل ہو جانے کے بعد کوئی ایسی چیز نہیں جس سے آدمی خوف محسوس کرے اس لئے کہ بکری جب ذبح کر دی گئی تو کھال کھینچنے سے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

یہ سن کر حضرت عبداللہؓ کی پیشانی خوشی سے چمک اٹھی اور انہوں نے کہا: ''امی کتنی عظیم ہیں آپ' اور کتنی عظیم ہے آپ کی سیرت میں آپ کے پاس اس وقت یہی باتیں سننے کیلئے حاضر ہوا تھا۔ رب تعالیٰ کی قسم نہ میرے حوصلے پست ہوئے ہیں نہ

میرے اندر کسی قسم کی کمزوری پیدا ہوئی ہے۔ اللہ شاہد ہے جس کام کیلئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں اس کا محرک دنیا اور اس کا عیش و آرام نہیں میں آپ کی پسندیدہ چیز کی طرف جا رہا ہوں جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میرے اوپر حزن وملال کا اظہار کرنے کی بجائے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دینا۔

اس کے بعد حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کے جسم پر پیار سے ہاتھ پھیرا انہیں میدان شہادت کی طرف رخصت کرنے کیلئے تو اچانک ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔ عبداللہ یہ کیا چیز ہے جو تم پہنے ہوئے ہو۔ کہنے لگے اماں یہ میری زرہ ہے حضرت اسماءؓ نے فرمایا بیٹا یہ اس شخص کا لباس نہیں جو شہادت کا طالب ہو اسے اپنے جسم سے الگ کر دو اس طرح تم کو تیزی سے حرکت کرنے میں آسانی ہوگی اور پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر سکو گے اور پانجامہ پہن لو تا کہ جب تم گرو تو تمہارا ستر کھلنے کا اندیشہ نہ رہے۔

حضرت اسماءؓ کی باتوں نے بیٹے کے حوصلے کو مزید بلند کر دیا چنانچہ ماں سے رخصت لے کر عزم و استقلال کا یہ پیکر اپنی مختصر سی جمعیت کے ساتھ شامیوں پر پل پڑا حضرت ابن زبیرؓ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے تھے ایک کثیر فوج کے مقابلہ میں وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ درندہ صفت انسان حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا تین دن تک لاش سولی پر لٹکی رہی ایک دن حضرت اسماءؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو چوک میں لٹکتی ہوئی لاش کو دیکھا حضرت اسماءؓ بوڑھی ہو چکی تھیں لاٹھی سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئیں ماں تھیں دل محبت سے فگار ہوا لیکن وہ بہادر ماں تھی کہا میرے بیٹے جب تو زندہ تھا تو بھی منبر پر چڑھتا اور لوگوں کی گردنیں نیچی ہوتی تھیں اور اب مرنے کے بعد بھی تو ان سے اونچا کھڑا ہے عبدالملک کو اطلاع ملی تو وہ اسماءؓ کے الفاظ سن کر کانپ گیا اور فوراً حجاج کو خط لکھ کر لاش واپس دلوائی۔ [1]

یہ چند ایک واقعات آپ کے سامنے بیان کئے ورنہ تاریخ کا سینہ ایسے لاتعداد

---

[1] زندگی صحابہؓ کی۔ ڈکتور عبدالرحمٰن

واقعات سے بھرا ہوا ہے جن میں ماؤں نے بچوں کی تربیت کر کے انہیں کہیں فقیہہ امت بنا دیا تو کہیں بہادر اور جنگ جو جرنیل تاریخ کے ہر عظیم انسان کے پیچھے کسی نہ کسی عظیم ماں کا ہاتھ رہا ہے ایسی مائیں ہی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں حضرت علامہ اقبال نے بھی جب سیدہ فاطمہؓ جیسی ماں کو اپنے بچوں کو ایثار و قربانی زہد و قناعت اور بہادری و خودداری کا سبق سکھاتے ہوئے دیکھا تو کہہ اٹھے تھے

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفی ﷺ ست
ورنہ گرد تربتش گردیدمے
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے

''میرے پاؤں میں شریعت کے رشتے کی زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ اور جناب مصطفی ﷺ کے فرمان کا پاس ہے۔ ورنہ میں ان کی تربت کا طواف کرتا اور اپنے سجدے اس کی خاک پر نچھاور کرتا۔''

اولاد کی اچھی تربیت کرنے والوں کیلئے انعامات الٰہی کا اعلان

بزبان

پیغمبر دو جہاں ﷺ

جس طرح اولاد کے حقوق میں کوتاہی کرنے والوں کیلئے سزا و عقاب ہے اسی طرح اولاد کے حقوق کو احسن طریقہ سے پورا کر کے ان کی اچھی تربیت کرنے والوں کیلئے پیغمبر صادق ﷺ نے کچھ انعامات کا اعلان بھی کیا ہے کتاب کو ختم کرنے سے پہلے ہم ان اعلانات کو یہاں درج کر رہے ہیں کہ تمام مسلمان بھائیوں کو ان انعامات کے حصول کیلئے ضرور محنت کرنی چاہیے۔

ا۔ رحمت عالم ﷺ کا ساتھ

پیارے حبیب علیہ السلام نے فرمایا:

((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهُ))[1]

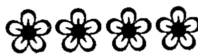
''جس نے جوان ہونے تک دو بچیوں کی پرورش کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے پھر آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

جہنم سے بچاؤ

((مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ))[2]

''جس آدمی کو دنیا میں بچیاں دے کر آزمایا گیا پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ بچیاں (قیامت کے دن) آگ اور اس آدمی کے درمیان رکاوٹ بن جائیں گی۔

جس نے اولاد کی اچھی تربیت کی اس کے حقوق ادا کیے اس نے ان انعامات کو حاصل کر لیا جس نے اولاد کی تربیت اور ان کے حقوق ادا کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اس سے اللہ نے اپنی رحمت کا ہاتھ کھینچ لیا وہ انعامات سے بھی محروم ہوا اور بروز محشر رب کی عدالت میں ایک مجرم کے روپ میں کھڑا ہوگا۔



---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل الاحسان الى البنات

[2] صحیح بخاری کتاب الزکوۃ

مراجع ومصادر

۱۔ قرآن حکیم
۲۔ تفسیر ستاری
۳۔ صحیح بخاری
۴۔ صحیح مسلم
۵۔ ریاض الصالحین
۶۔ جامع ترمذی
۷۔ مقدمہ ابن خلدون
۸۔ طبقات ابن سعد
۹۔ سنن ابی داؤد
۱۰۔ تربیۃ الاولاد فی الاسلام (ڈاکٹر عبداللہ علوان مصری ترجمہ حبیب اللہ مختار)
۱۱۔ ایمان وعمل (عبدالروف جھنڈانگری)
۱۲۔ پیارے نام (فاروق اصغر صارم)
۱۳۔ اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ (ثریا بتول علوی)
۱۴۔ ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد (ڈاکٹر فضل الٰہی)
۱۵۔ سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (طالب ہاشمی)
۱۶۔ بچوں کی تعلیم وتربیت اور جسمانی سزا (مسعود اظہر ایم اے)
۱۷۔ مثالی باپ (محمد حنیف عبدالمجید)
۱۸۔ مثالی ماں (محمد حنیف عبدالمجید)
۱۹۔ آداب زندگی (مولانا محمد یوسف اصلاحی)
۲۰۔ پرورش اطفال اور خاندانی تعلقات (تمکین حق)
۲۱۔ فضائل اعمال (مولانا محمد زکریا)
۲۲۔ حیات تابعین کے درخشاں پہلو (مترجم محمود احمد غضنفر)
۲۳۔ زندہ رہو جواں رہو (ڈاکٹر نصیر اے شیخ)
۲۴۔ الفاروق (شبلی نعمانی)
۲۵۔ بوستان (شیخ سعدی)

بچوں کے لیے

ایک اچھی نسل تعمیر کریں



بچے کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ ان کی سیرت و کردار کی تعمیر کسی بھی قوم کی بقا کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بچوں کے لیے اچھی کتب کی فراہمی ان کی تربیت کا حصہ ہے، آپ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کا اہتمام کریں۔ مکتبۂ قدوسیہ کے اس شاندار منصوبے کا مقصد اور بنیادی جذبہ یہی ہے کہ



اچھی کتاب اعلیٰ معیار کے ساتھ



ہر طبقے کے بچوں کے لیے نہایت کم قیمت میں





